ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

زیر سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۱۱ اگست ۱۹۶۱ء

۲۵ پیسے

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ۞ لاہور

بہتر یہی عمل ہے نصیحت عمل سے کر!

(چودھری دِلّو رام صاحب کوثری قصبہ مانڈوی)

یوروشلم کی راہ کو اب تک یہ یاد ہے
یعنی کیا جو کوچ سپاہ تمام نے

منزل جو نصف طے ہوئی آقا[1] نے بس کہا
چھوڑی نکیل اونٹ کی فوراً غلام نے

افلح[2] چڑھا جنابِ عمرؓ نیچے آ گئے
پکڑی مہار عادلِ عالی مقام نے

یوں چڑھتے اور اُترتے کیا طے وہ سب سفر
حتیٰ کہ پہنچے بیتِ مقدس کے سامنے

چڑھنے کی باری اُس گھڑی افلح کی تھی ضرور
پیدل عمرؓ تھے ناز کیا گردِ گام نے

یوروشلم میں فوجِ ظفر موج جب گئی
پوچھا خلیفہ کون ہیں تب اہلِ شام نے

سب نے کہا کہ آتے ہیں پیچھے امیرِ ملک
یہ سُن کے انتظار کیا خاص و عام نے

مضطر عمرؓ تھے اور تھا افلح چڑھا ہوا
اس حال میں حضورؐ کو دیکھا تمام نے

ہر چند تھے تھکے ہوئے لیکن پیادہ تھے
چھوڑا نہ عدل ہاتھ سے ذی احتشام نے

چمڑے کا پیرہن تھا کہ پیوند تھے ہزار
غش غش کیا خلیفے پر اک ازدحام نے

فاروقؓ نامدار نے اُس وقت یہ کہا
ہم کو یہی سکھایا ہے خیر الانام نے

یہ دیکھ کر عمل جو دِلوں پر اثر ہوا
کلمہ پڑھا نبیؐ کا گروہِ عوام نے

بہتر یہی عمل ہے ہدایت عمل سے کر
جیسے کیا تھا شیخِ عدالت مرام نے

ہم کوثری کہیں گے تجھے قادر الکلام
سو سو اثر دکھائے ترے اک کلام نے

[1] حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
[2] غلام اُونٹ والا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد ۷	۲۸ر صفر المظفر سنہ ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۱ر اگست سنہ ۱۹۶۱ء	شمارہ ۱۵

محکمہ تعلیمات اور محکمہ جیل خانہ جات کا منظور شدہ

اس شمارے میں

شرح چندہ

سالانہ گیارہ روپے ششماہی چھ روپے
سہ ماہی تین روپے فی پرچہ ۲۵ پیسے
فون ۶۷۵۴۵

نوٹ:- خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ دیں۔
چٹ پر سرخ نشان آپ کے چندہ ختم ہونے کی نشانی ہے

اداریہ

مسلمانوں کا ماضی و حال

آج کل دہریت۔ مادیت اور الحاد کا زمانہ ہے۔ اونگھتے کو ٹھیلتے کا بہانہ ذرا کسی سے لغزش ہوئی کہ اسلام پر اعتراض کر ڈالا۔ بعض بد دیانت اور بے دین جو ڈرپوک اور بزدل بھی ہوتے ہیں۔ اور اپنی جبلی جبن (طبعی بزدلی)، کی وجہ سے اپنے کفر کا علانیہ اظہار نہیں کر سکتے اور نہ اسلام پر نکتہ چینی کی جرأت رکھتے ہیں۔ تو جھٹ علماء کے خلاف لب کشائی کرکے اندر کا تعفن اور بھڑاس نکال لیتے ہیں کہتے ہیں جانے بھی دیجئے کس کا اسلام ہے۔ اسلام تو مولویوں نے بدل ہی ڈالا ہے۔ اگر کہیں ام الجنائث کا شوق بھی فرمایا ہو تو پتلون کی جیب میں ہاتھ ڈالے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بدمستی کے عالم میں بڑے عالمانہ انداز میں تنقید فرماتے ہیں۔ اور بعض منکرین حدیث جو اکثر کمیونسٹ ہوتے ہیں۔ ان کے سامنے اسلامی نظام پیش کیجئے تو فوراً کر دیں گے۔ جناب اسلام پر عمل ہوا کب ہے۔ خلافت راشدہ کے بعد تو اسلام رہا ہی نہ تھا۔

اسلام کے اصول صحیح سہی۔ لیکن ان پر دنیا کے کسی حصہ میں نہ پہلے عمل ہوا نہ اب ہو رہا ہے۔ اشتراکیت پر آدھی دنیا میں عمل ہو رہا ہے۔ جو اصول عملی جامہ نہ پہن سکیں۔ وہ فی نفسہٖ کتنے ہی اچھے ہوں۔ مگر عملی دنیا میں ان کی کیا حیثیت ہے۔ اسی لئے تو ان پر خلافت راشدہ کے تیس سال کے بعد کبھی عمل نہیں ہوا۔ یہ ایک بڑا دجل و فریب ہے۔ جس کا تار پود بکھیرنا ضروری ہے۔

پہلی بات

پہلی بات کہ اسلامی اصول پر کہیں عمل نہیں ہو رہا بالکل غلط ہے۔ اس کے اکثر حصہ پر سعودی عرب میں عمل ہو رہا ہے۔ ٹیونس نے سرکاری مذہب اسلام قرار دیا ہے۔ مصر میں بڑی حد تک اسی کی روشنی میں حکومت کی گاڑی چلائی جا رہی ہے۔ افریقہ کے بعض دوسرے ملکوں کا یہی حال ہے لیکن فرض کیجئے اس پر کہیں بھی پورے طور پر عمل نہیں ہو رہا۔ تو کیا اس کی کوشش ترک کر دینی چاہئے۔ کیا کسی قانون۔ یا اصول کو رائج یا نافذ کرنے کے لئے محنت کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی کیا کمیونیزم (اشتراکیت کی بیماری) خود بخود پھیل گئی عرب کیا اس کے لئے بیسوں بار پاپڑ نہیں بیلے گئے کیا اس کے نفاذ کے لئے لاکھوں مسلمانوں کا قتل عام نہیں ہوا۔ اور ہزاروں گرجاؤں اور مسجدوں پر پابندیاں نہیں لگیں

(باقی صفحہ ۱۷ پر)

مکہ مکرمہ سے حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب مدظلہ کا مکتوب گرامی

عزیز القدر مولوی حمید اللہ سلمہٗ

از احقر الانام احمد علی عفی عنہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

ہم بفضلہ تعالیٰ ۲۳ جولائی سنہ ۱۹۶۱ء کی شام کو مکہ معظمہ پہنچ گئے ہیں تمہاری والدہ صاحبہ ہر دو بھائی خیریت سے ہیں حافظ مولوی حبیب اللہ سلمہٗ مطار پر جدہ میں موجود تھا۔ اس وقت چودھری علی اکبر صاحب سفیر پاکستان کے ہاں گئے اور کھانا کھا کر نماز عشاء کے بعد مکہ معظمہ پہنچ گئے طواف کرکے سعی صفا مروہ کرکے رات میں فارغ ہوگئے والحمد للہ

سب احباب کرام و پرسان حال کو سلام کہہ دیں

المرسل احمد علی بطرف مطوف عمر اکبر۔ حارۃ الباب مکۃ المکرمہ الحجاز سعودی عرب

اَحَادِیثِ رَسُول صلی اللہ علیہ وسلم

آہستہ اور بلند آواز سے قرآن پڑھنے کا بیان

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رض قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْجَاهِرُ بِالْقُرْاٰنِ كَالْجَاهِرِ بِالصَّدَقَةِ وَالْمُسِرُّ بِالْقُرْاٰنِ كَالْمُسِرِّ بِالصَّدَقَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ۔

ترجمہ۔ عقبہ بن عامر رض کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بلند آواز سے قرآن پڑھنے والا اس شخص کی مانند ہے جو صدقہ کو ظاہر کرکے دے اور آہستہ آہستہ پڑھنے والا اس شخص کی مانند ہے۔ جو چھپا کر صدقہ دے۔

ایک پیشین گوئی

عَنْ جَابِرٍ رض قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَفِيْنَا الْاَعْرَابِيُّ وَالْعَجَمِيُّ فَقَالَ اقْرَؤُوْا فَكُلٌّ حَسَنٌ وَسَيَجِيْءُ اَقْوَامٌ يُقِيْمُوْنَهٗ كَمَا يُقَامُ الْقِدْحُ يَتَعَجَّلُوْنَهٗ وَلَا يَتَاَجَّلُوْنَهٗ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ

ترجمہ۔ جابر رض کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔ اور ہم اس وقت قرآن پڑھ رہے تھے اور ہم میں دیہاتی لوگ بھی تھے۔ اور عجمی بھی یعنی غیر عرب بھی۔ آپ نے فرمایا پڑھو۔ ہر شخص اچھا پڑھتا ہے۔ اور عنقریب ایسی قومیں آئیں گی۔ جو قرآن کو اس طرح سیدھا کریں گی۔ جس طرح سیدھا کیا جاتا ہے تیر کو یعنی اس کو خوب آراستہ کریں گی۔ اور قرآن کے الفاظ کلمات کو خوب خوب بنا بنا کر پڑھیں گی۔ یہ قومیں جلدی کریں گی یعنی قرآن پڑھنے کا بدلہ پانے میں اور دنیا ہی میں اس کا فائدہ حاصل کرلیں گی۔ اور آخرت کے لئے کچھ نہ رکھیں گی۔ یعنی آخرت کے لئے قرآن پڑھنے کا ثواب اور فائدہ ان کے پیش نظر نہ ہوگا۔

عَنْ حُذَيْفَةَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْرَؤُوا الْقُرْاٰنَ بِلُحُوْنِ الْعَرَبِ وَاَصْوَاتِهَا وَاِيَّاكُمْ وَلُحُوْنَ اَهْلِ الْعِشْقِ وَلُحُوْنَ اَهْلِ الْكِتَابَيْنِ وَسَيَجِيْءُ بَعْدِيْ قَوْمٌ يُرَجِّعُوْنَ بِالْقُرْاٰنِ تَرْجِيْعَ الْغِنَاءِ وَالنَّوْحِ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ مَفْتُوْنَةٌ قُلُوْبُهُمْ وَقُلُوْبُ الَّذِيْنَ يُعْجِبُهُمْ شَاْنُهُمْ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَرَزِيْنٌ فِيْ كِتَابِهٖ۔

ترجمہ۔ حذیفہ رض کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پڑھو قرآن کو عرب کے لہجوں اور عرب کی آوازوں میں اور بچاؤ اپنے آپ کو عشقیہ لغووں اور اہل کتاب کے طریقوں سے قرآن پڑھنے سے اور میرے بعد ایک قوم آئے گی جو قرآن کو بنا بنا کر پڑھے گی۔ یعنی لحنوں میں اور گا گا کر جس طرح راگ اور نوحے گائے اور پڑھے جاتے ہیں اور حالت یہ ہوگی کہ قرآن اُن کے حلقوم سے آگے نہ جائے گا۔ یعنی دل پر اس کا کوئی اثر نہ ہوگا یا وہ قبول نہیں کیا جائے گا۔ ان لوگوں کے دل فتنہ میں پڑے ہوں گے۔ اور ان کے لوگوں کے دل بھی جن کو یہ گانا گا کر اچھا معلوم ہوگا۔

چند ضروری احکام

عَنْ عُبَيْدَةَ الْمُلَيْكِيِّ رض وَكَانَتْ لَهٗ صُحْبَةٌ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَهْلَ الْقُرْاٰنِ لَا تَتَوَسَّدُوا الْقُرْاٰنَ وَاتْلُوْهُ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ مِنْ اٰنَاءِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَاَفْشُوْهُ وَتَغَنَّوْهُ وَتَدَبَّرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ وَلَا تَعْجَلُوْا ثَوَابَهٗ فَاِنَّ لَهٗ ثَوَابًا رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ

عبیدہ ملیکی رض کہتے ہیں۔ فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اے اہل قرآن تکیہ کرو تم قرآن سے یعنی اس سے غافل نہ ہو جاؤ۔ اور پڑھو قرآن کو رات اور دن میں جس طرح کہ اس کو پڑھنا چاہئے۔ یعنی خوب غور کرکے اور سمجھ کر اور پھیلاؤ قرآن کو یعنی پڑھا کر۔ لکھ کر۔ تفسیر کرکے اور لوگوں کو سنا کر اور خوش آوازی سے پڑھو۔ قرآن کو اور جو کچھ قرآن کے اندر ہے۔ غور کرو اس پر تاکہ تم کو فلاح و کامیابی نصیب ہو۔ اور اُس کے ثواب میں جلدی نہ کرو یعنی اُس کا ثواب دنیا ہی میں پالینے کا خیال نہ کرو اس لئے کہ اُس کا بڑا ثواب آخرت میں ہے۔

قرآن پڑھ کر بھیک نہ مانگو

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رض اَنَّهٗ مَرَّ عَلٰى قَاصٍّ يَقْرَاُ ثُمَّ يَسْاَلُ فَاسْتَرْجَعَ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ قَرَاَ الْقُرْاٰنَ فَلْيَسْاَلِ اللّٰهَ بِهٖ فَاِنَّهٗ سَيَجِيْءُ اَقْوَامٌ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ يَسْاَلُوْنَ بِهِ النَّاسَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ

عمران بن حصین رض کہتے ہیں کہ وہ ایک قصہ گو شخص کے پاس سے گزرے وہ قرآن پڑھتا تھا اور پھر بھیک مانگتا تھا میں نے یہ ص۳۳

۳۳۔ دیکھ کر انا للہ وانا الیہ راجعون کہا اور پھر کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو شخص قرآن پڑھے اور اس کے ذریعہ خدا تعالیٰ

سے سوال کرے اور وقت قریب ہے کہ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو قرآن کو پڑھ پڑھ کر لوگوں سے بھیک مانگیں گے

خطبہ یوم الجمعۃ ۲۱ صفر المظفر ۱۳۸۱ھ مطابق ۴ر اگست ۱۹۶۱ء

از جناب شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی دروازہ شیرانوالہ لاہور

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اَمَّا بَعْدُ

اللہ تعالیٰ کے قرآن مجید میں متعدد اعلانات کہ

عذاب الٰہی سے بچنے کے لئے

ایمان کے ساتھ عمل صالح ہونا ضروری ہے

پہلا اعلان

ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ وَبِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ ۝ اُولٰٓئِکَ عَلٰی ھُدًی مِّنْ رَّبِّھِمْ وَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

(سورۃ البقرۃ رکوع ۱ پارہ ۱)

ترجمہ - یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں - پرہیزگاروں کے لئے ہدایت ہے - جو بن دیکھے ایمان لاتے ہیں - اور نماز قائم کرتے ہیں - اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے - اس میں سے خرچ کرتے ہیں - اور جو ایمان لاتے ہیں - اس پر جو اتارا گیا آپ پر اور جو آپ سے پہلا اتارا گیا اور آخرت پر بھی وہ یقین رکھتے ہیں - وہی لوگ اپنے رب کے راستہ پر ہیں اور وہی نجات پانے والے ہیں۔

حاصل

وہی نکلا - کہ عذاب الٰہی سے نجات پانے کے لئے ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کا ہونا بھی ضروری ہے۔

دوسرا

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا لَھُمْ فِیْھَآ اَزْوَاجٌ مُّطَھَّرَۃٌ وَّ نُدْخِلُھُمْ ظِلًّا ظَلِیْلًا ۝

(سورۃ النساء رکوع ۸ پارہ ۵)

ترجمہ - اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے - انہیں ہم ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہوں گے - ان کے لئے وہاں ستھری عورتیں ہوں گی - اور ہم انہیں گھنی چھاؤں میں رکھیں گے

حاصل

یہ نکلا - کہ ایمان کے ساتھ عمل صالح بھی ہوں گے - تب یہ نعمتیں نصیب ہوں گی۔

تیسرا

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰی لَھُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ ۝

(سورۃ الرعد رکوع ۴ پارہ ۱۳)

ترجمہ - جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کے لئے خوشخبری اور اچھا ٹھکانا ہے۔

حاصل

وہی ہے - کہ ایمان اور عمل صالح پر اس نعمت کے مستحق ہوں گے۔

چوتھا

وَاُدْخِلَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا بِاِذْنِ رَبِّھِمْ تَحِیَّتُھُمْ فِیْھَا سَلٰمٌ ۝

(سورۃ ابراھیم رکوع ۴ پارہ ۱۳)

ترجمہ - اور جو لوگ ایمان لائے تھے اور نیک کام کئے تھے - وہ باغوں میں داخل کئے جائیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی - ان میں اپنے رب کے حکم سے ہمیشہ رہیں گے - آپس میں دعاءِ خیر ان کی سلام ہوگی۔

حاصل

وہی نکلا - کہ ایمان اور عمل صالح پر بہشت کا داخلہ موقوف ہے - وما علینا الا البلاغ

پانچواں

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً وَلَنَجْزِیَنَّھُمْ اَجْرَھُمْ بِاَحْسَنِ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝

(سورۃ النحل رکوع ۱۳ پارہ ۱۴)

ترجمہ - جس نے نیک کام کئے - مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان بھی رکھتا ہے - تو ہم اسے ضرور اچھی زندگی بسر کرائیں گے اور ان کا حق انہیں بدلے میں دیں گے - ان کے اچھے کاموں کے عوض میں جو کرتے تھے۔

حاصل

جس کے اعمال نامہ میں ایمان کے ساتھ نیک عمل بھی ہوں گے - تب انہیں اللہ تعالیٰ اچھی زندگی بسر کرائے گا۔

چھٹا

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَانَتْ لَھُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ۝ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا لَا یَبْغُوْنَ عَنْھَا حِوَلًا ۝

(سورۃ الکہف رکوع ۱۲ پارہ ۱۶)

ترجمہ۔ بیشک جو لوگ ایمان لائے۔ اور اچھے کام کئے ان کی مہمانی کے لئے فردوس کے باغ ہوں گے۔ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ وہاں سے جگہ بدلنی نہ چاہیں گے۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ انہیں باغوں کی رہائش ایمان اور اچھے کاموں کی برکت سے حاصل ہوئی ہے۔ اللھم اجعلنا منھم امین یا الہ العالمین۔

ساتواں

(اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْئًا ۝)

(سورۃ مریم رکوع ۴ پارہ ۱۶)

ترجمہ۔ مگر جس نے توبہ کی۔ اور ایمان لایا۔ اور نیک کام کئے سو وہ بہشت میں داخل ہوں گے۔ اور ان کا ذرا نقصان نہ کیا جائے گا۔

حاصل

یہ ہے کہ جنت میں داخل ہونے کے لئے ایمان کے ساتھ عمل صالح کی قید لگائی ہے۔ اور یہی پیش کرنا مقصد تھا۔

آٹھواں

(فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ۚ وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ ۝) (سورۃ الانبیاء رکوع ۶ پارہ ۱۷)

ترجمہ۔ پھر جو کوئی اچھے کام کرے گا۔ اور وہ مومن بھی ہوگا۔ تو اس کی کوشش اکارت نہ جائے گی۔ اور بیشک ہم اس کے لکھنے والے ہیں۔

حاصل

یہ ہے کہ جس کی کوشش رائگاں نہ ہونے کی اطلاع دی گئی ہے۔ ان کے ایمان کے ساتھ عمل صالح کی شرط بھی لگائی گئی ہے۔

نواں

(فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِىْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ ۝

ترجمہ۔ پس جو ایمان لائے۔ اور نیک کام کئے سو وہ بہشت میں خوشحال ہوں گے۔

حاصل

یہ نکلا کہ بہشت میں داخل ہونے کے لئے ایمان اور عمل صالح کرنا دونوں چیزیں ضروری ہیں۔

دسواں

(اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى نُزُلًا ۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝) (سورۃ السجدۃ رکوع ۲ پارہ ۲۱)

ترجمہ۔ سو وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے۔ تو ان کے ان کاموں کے سبب جو وہ کیا کرتے تھے۔ مہمانی میں ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں۔

حاصل

یہی نکلا کہ ایمان اور عمل صالح کے سبب سے انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت میں داخل کیا گیا ہے۔

گیارہواں

(وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝

(سورۃ فاطر رکوع ۱ پارہ ۲۲)

ترجمہ۔ اور جو ایمان لائے اور نیک کام کئے۔ انہیں کے لئے بخشش اور بڑا اجر ہے۔

حاصل

اس مذکورۃ آیت سے حاصل یہ نکلا۔ کہ ایمان اور عمل صالح پر مغفرۃ کا دار و مدار ہے۔

گیارہ گواہ

جس مدعی نے اپنے دعویٰ کے ثبوت پر گیارہ ایسے گواہ عدالت میں پیش کر دئے ہوں۔ جن کو عدالت نے تسلیم کر لیا ہو۔ اس مدعی کے دعویٰ ثابت ہونے کیا کوئی شک رہ سکتا ہے۔ اسی طرح میں نے اپنے دعویٰ (کہ نجات آخرۃ یا بہشت کا داخلہ کیلئے کے لئے ایمان اور عمل صالح۔ دو شرطیں ہیں) پھر میں نے قرآن مجید سے جس کا ایک ایک حرف سچا ہے۔ اور مسلمانوں کے ہاں مسلم ہے۔ اس میں سے گویا گیارہ گواہ اپنے دعویٰ کے ثبوت میں پیش کر دئے ہیں۔ کیا اس کے بعد "خدام الدین" پڑھنے والے مردوں اور عورتوں کو یہ شبہ باقی رہ سکتا ہے کہ بہشت میں داخلہ کے لئے ایمان اور عمل صالح دونوں چیزیں ضروری نہیں اور اگر شیطان یہ خیال کسی کے دل میں ڈالے۔ کہ اس سے تو بہتر تھا۔ کہ "خدام الدین" ہی نہ پڑھتے۔ اور نہ ہم پر یہ شرطیں واضح ہوتیں۔ مجھے اللہ تعالےٰ کے فضل سے امید واثق ہے۔ کہ بہت سے مردوں اور عورتوں کی اصلاح ہو جائے گی۔ ورنہ یہ یاد رکھئے۔ کہ غافل مسلمان مردوں یا عورتوں پر یہ مقدمہ بنا بنایا ہے۔ کیا تمہارا یہ ایمان تھا۔ یا نہیں۔ کہ قرآن مجید اللہ تعالےٰ کی کلام پاک ہے۔ اور جب یہ ایمان تھا۔ تو پھر اس کا مطلب کسی سے کیوں نہ پڑھا۔ نہ پوچھا۔ کیا اس کے مضامین کو سمجھنے کی کوشش نہ کرنا میرا قصور ہے یا تمہارا۔ الحمد للہ۔ میرے بھائیو اور بہنو۔ اللہ تعالےٰ کا شکر کرو۔ کہ تمہیں قرآن مجید کے مضامین سے آگاہی گھر بیٹھے ہوئے ہو رہی ہے۔ "خدام الدین" کے جاری کرنے میں ہمیں جلب زر مطلوب نہیں ہے۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو ان کی ذمہ داریوں سے آگاہ کرنا ہے۔ جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے ان پر عائد شدہ ہیں۔ تاکہ قیامت کے دن اللہ تعالےٰ کے ہاں یہ نہ کہنے پائیں۔ کہ اے اللہ ہمیں تو ان ذمہ داریوں کا علم ہی نہیں تھا۔ اس وقت یہ عذر قابل قبول نہیں ہوگا۔

دُعا

اللہ تعالےٰ سے دعا کرتا ہوں کہ مسلمان مردوں اور عورتوں کو میری معروضات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ ثم آمین یا الہ العالمین

دو چیزیں

انسان کو اللہ تعالےٰ کے فرایض پر عمل کرنے کے لئے دو چیزیں مجبور کر سکتی ہیں۔ (باقی صفحہ ۱۸ پر)

ایچ - غازی - غوث - صاحب

غلامی کا مسئلہ

اسلام کس طرح دنیا میں پھیلا۔ ایک ادنیٰ عقل کا آدمی اسلام کی ابتدائی تاریخ پر سرسری نگاہ ڈالنے کے بعد یہ سمجھ سکتا ہے۔ کہ اسلام اخلاقی و روحانی قوت اور اپنی صداقت کی وجہ سے پھیلا۔ مگر ہٹ دھرم مخالفین اسلام کی صداقت کا اعتراف کیونکر کر سکتے تھے۔ انہوں نے دنیا میں یہ پروپگنڈا کرنے کی کوشش کی۔ کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ان عقل کے اندھوں سے کوئی پوچھے کہ ان تلوار اٹھانے والوں پر کس نے تلوار اٹھائی تھی۔ اسلام کے بڑے بڑے فاتح بہادر جرنیل اور بے نظیر سپہ سالار حضرت خالدؓ بن ولید حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف حضرت سعدؓ بن ابی وقاص حضرت طلحہؓ حضرت ابو عبیدہ بن جراح حضرت علیؓ۔ حضرت عمرؓ۔ حضرت عمروؓ بن العاص وغیرہم بیسوں نامور تو اس وقت مسلمان ہوئے تھے۔ جب اہل اسلام کمزور اور گنتی کے چند آدمی تھے۔ اور اگر تلوار ہی اسلام کی فتح کا ذریعہ تھی۔ تو کیا تلوار مخالفین کے پاس نہ تھی۔ اسلام کے دشمن تو ہزاروں سال کی پائدار منظم اور ترقی یافتہ حکومتیں تھیں۔ جیسی ان کی فوج زیادہ تھی۔ اسی طرح ان کے ہتھیار بھی زیادہ اور عمدہ تھے۔ تلوار چلانے والے بزدل بھی نہ تھے۔ ہر بڑے معرکے میں ہزاروں ایرانیوں اور رومیوں نے بے جگری سے مقابلہ کرتے ہوئے جانیں لڑا دیں۔ کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ جب اعداء اسلام کا یہ پروپگنڈا کارگر نہ ہوا۔ تو انہوں نے اسلام کے بعض مخصوص مسائل پر اعتراضات کر کے ان کے ذریعہ اسلام کو بدنام کرنا چاہا۔ آسمان کا تھوکا منہ پر آتا ہے۔ اس میں بھی ان کو شکست فاش ہوئی۔ اسلام کے اہل علم علمبرداروں نے ہر زمانہ میں ان کو دنداں شکن جواب دے کر ان کو لاجواب کیا۔ یہاں تک کہ ہمارا یہ فاسد زمانہ آپہنچا جب کہ فرنگی جادو اور مغربی اثرات سے متاثر ہو کر خود مسلمان کہلانے والوں نے اسلامی اصول و احکام میں کیڑے نکالنے شروع کر دیے۔ ان کے اس طرز عمل نے غیر قوموں کو جرأت دلا دی۔ اور وہ بپھر کر اسلام پر حملہ آور ہونے لگیں آج کل ان مار آستینوں کی بدولت عیسائی مشنیریوں نے ملک بھر میں اودھم مچا رکھا ہے۔ ہسپتالوں۔ کالجوں۔ سکولوں۔ ٹریکٹوں اشتہاروں اور اخباروں کے ذریعہ لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش ہو رہی ہے کروڑوں اربوں روپیہ ارتداد کے لئے پانی کی طرح بہایا جا رہا ہے۔ ان کا سب سے بڑا ہتھیار بسکٹوں اور دودھ کے ڈبے ہیں۔ یا ہسپتالوں میں مسلمان مریضوں کو مفت کے کمبل۔ سچ پوچھیں تو یہ تبلیغ نہیں ہے۔ بلکہ عقیدے کی رشوت اور حرص و آز کا جال ہے۔ جس میں حاجتمندوں کو جکڑا اور سادہ لوحوں کو پھنسایا جاتا ہے۔

بہرحال ان کے گمراہ کن پراپگنڈوں میں وہ اعتراضات ہیں۔ جو وہ نہایت جرأت و جسارت سے ہمارے ملک میں ہمارے سامنے اسلامی احکام پر کر رہے ہیں۔ ان مسائل میں ایک مسئلہ غلامی کا ہے۔ کہ اسلام میں انسانوں کو غلام اور عورتوں کو باندی بنایا جاتا ہے۔ ان کو فروخت کیا جاتا اور باندیوں کو سامان تعیش بنایا جاتا ہے۔ زمانہ کی نیرنگیاں دیکھئے کہ بہت سے وہ مسلمان جو مغربی مادہ پرستی سے مرعوب اور ان کے پروپگنڈے سے مغلوب ہیں وہ بجائے جواب دینے کے ان مسائل ہی کا انکار کر کے اپنی سمجھ کے مطابق اسلام کی خیرخواہی کرتے ہیں۔ حالانکہ غلامی کا انکار ہدایت کا انکار ہے۔ ہم اس اعتراض کو دو حصوں میں تقسیم کر کے اس کا جواب دیں گے۔

مردوں کو غلام بنانا

پہلا اعتراض انسانوں کو غلام بنانے کا ہے۔ اس میں بڑی غلط فہمی ہے۔ اسلام کسی آزاد آدمی کو غلام بنانے کی اجازت نہیں دیتا نہ اس کے خرید و فروخت کی حتیٰ کہ وہ غیر مسلموں کو بھی غلام نہیں بناتا۔ اس طرح کے بے قاعدہ غلاموں کو اسلام نے آزاد کرایا ہے۔ بلکہ بے شمار روپیہ دے کر آزاد کرایا ہے۔

اسلام میں جس غلامی کی اجازت ہے وہ ایک خاص حالت میں خاص آدمیوں کے لئے ہے۔ اہل اسلام کی غیر مسلموں سے جنگ ہے۔ دو طرفہ تلوار چل رہی ہے۔ لاشوں کے ڈھیر لگ رہے ہیں۔ ایسی حالت میں دشمن کی فوج کے جو آدمی میدان جنگ میں گرفتار کر لئے جائیں۔ صرف ان کو غلام بنانے کی اجازت ہے۔

معترضین کا عمل

پہلے آپ ان معترضین کو دیکھیں کہ ان کا اپنا عمل کیا ہے۔ یہ جب دشمن پر فتح پاتے ہیں۔ تو ان کے ساتھ کیا برتاؤ کرتے ہیں۔ جب مسلمانوں پر بیت المقدس کی لڑائی میں عیسائیوں کو غلبہ حاصل ہوا۔ بے گناہ مسلمانوں کا اتنا قتل عام ہوا۔ کہ خون کی ندیاں بہ گئیں خون میں گھوڑوں کے پاؤں پھسلتے تھے۔ اور جو کچھ کیا ناقابل بیان ہے۔ اس کے بعد صدیوں تک جب کبھی اہل کفر کو ایسا موقعہ ہاتھ آیا۔ انہوں نے مسلمانوں پر انسانیت سوز مظالم کئے۔ دور کیوں جائیں آج تک افریقہ میں کالے آدمیوں کو گوروں نے حیوانات سے بدتر قرار دیا اور اُن کے ساتھ چوپایوں سے بھی بُرا سلوک روا رکھا گیا دوسری جنگ عظیم میں غیر مصافی آبادی پر بے پناہ بمباری کر کے چھ کروڑ انسانوں کو آگ سے جلانے اور گولیوں سے زخمی کرنے والوں کو یہ حق پہنچتا ہے۔ کہ وہ پاک اسلام پر اعتراض کریں۔ جو اپنے پیروؤں کو بوڑھوں بچوں اور عورتوں کے قتل سے روکتا۔ انسانی اعضا کاٹ کر انسان کی بے حرمتی کرنے سے منع کرتا۔ اور ہر قسم کی آبرو ریزی کو حرام قرار دیتا ہے۔ اور کیا اب بھی غلام بنانے پر انسانیت کے نام سے اعتراض کرنے کا ان لوگوں کو حق حاصل ہے جنہوں نے اپنے دشمنوں کو یکلخت موت کی نیند سلا دینے کی تیاری کر لی ہے اور جو ہائیڈروجن بم یا ایٹم بم سے بہ یک وقت کروڑوں انسانوں کو نیست و نابود کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ جو لوگ زہریلی گیس چھوڑ کر انسان حیوان اور چرند پرند درند تک کو موت کے گھاٹ اتارنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ وہ کس منہ سے

غلام بنانے پر اعتراض کرسکتے ہیں۔ اگر یہ اعتراض انسانیت کی خاطر کرتے تو ان کا اپنا عمل یہ نہ ہوتا۔

اسلام اور غلام

اسلام سے پہلے جس کا بس چلتا کسی کو اچک لے جا کر غلام بنا لیتا۔ اسلام نے اس کو منع فرما دیا۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ

مطلب یہ ہے۔ کہ خونریز جنگ کے بغیر کسی کو غلام نہیں بنایا جاسکتا۔ صرف جنگی ضرورت کے تحت ایسا کیا جاسکتا ہے

پھر اسلام نے غلاموں کو آزاد کرنا عبادت میں داخل کرکے اس کو باعث نجات و ثواب قرار دیا ہے۔ اسی لئے روزوں کے کفارے اور بعض دیگر گناہوں کے بدلے میں غلاموں کو آزاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ غلام آزاد ہوسکیں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے۔ کہ جو تم خود کھاؤ۔ ان کو بھی کھلاؤ۔ آخری وقت میں غلاموں کے بارہ میں وصیت فرمائی۔ اسلامی احکام کی روشنی میں غلاموں کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی تعلیم وتربیت کا یہ اثر تھا۔ کہ ان غلاموں میں بیسیوں فاتح اعظم ہوئے سینکڑوں اولیاء بنے۔ اور ہزاروں نے اسلامی علوم و فنون کا دنیا کو ورثہ دیا۔ اور ہندوستان میں تو خاندان غلامان نے عرصہ دراز تک حکومت کی ہے۔ غرضیکہ اسلام نے جنگی ضرورت کے تحت صرف قیدیوں کو غلام بنانے کی اجازت دی تو دوسری طرف اُن کو آزاد کرنے اُن سے بہترین سلوک روا رکھنے اور ان کو کنبے کا ایک فرد سمجھنے کا حکم بھی دیا ہے۔ اور ان پر ہر طرح کے ظلم سے ممانعت فرمائی ہے۔

غیر مسلم قومیں غلامی کا نام نہیں رکھتیں لیکن مفتوحہ ملک سے ٹیکس یا دوسرے نام سے جتنا مال چاہتی ہیں۔ وصول کرتی ہیں۔ ان کی عزت و آبرو کو لوٹتی ہیں۔ ان سے چوپایوں جیسا سلوک کرتی اور بیگار لیتی ہیں۔ پوری قوم کو غلام سمجھتی ان کو تمام شعبہ جات معیشت میں کم درجہ میں رکھتی۔ حتیٰ کہ ریل اور جیل میں بھی ان کے ساتھ مساوات نہیں رکھتیں

ایک گورا مارا جائے تو مشین گن سے ہزاروں کالوں کو بھون دیتی اور معززین کو پیٹ کے بل رینگنے پر مجبور کرتی ہیں۔ ان کے حاکم رعایا کے معزز ترین آدمیوں کو ملاقات کے لئے گھنٹوں کھڑا رکھتے باقاعدہ سلوٹ کرنے پر مجبور کرتے اور ذرا سی ناراضگی پر ڈیم فول سے خطاب فرماتے ہیں۔ برخلاف اس کے اسلام کسی غلام کے قتل کے بدلے بڑے سے بڑے خاندانی مسلمان کو قصاص میں قتل کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اصل بات تو یہ ہے۔ کہ غیر معترضین کی آزاد رعایا کا درجہ مسلمانوں کے غلاموں سے بدرجہا گھٹیا اور ذلیل ہے۔ اسلام میں وہ محدود جنگی قیدی غلام ہوتے ہیں۔ اور غیر مسلموں کی حکومت میں تمام رعایا غلاموں سے بدتر ہوتی ہے۔

گوروں کے ساتھ خاص نہیں ہے سکھوں کا دور حکومت اور زیادہ بدنام ہے اور ہندوؤں کو دیکھنا ہو۔ تو ہندوستانی مسلمانوں کی قابل رحم حالت پر نظر کریں۔

غلامی کا ہوّا

غلامی کا مسئلہ نہ دقیق ہے۔ نہ کوئی مصیبت۔ اس کو خواہ مخواہ ہوّا بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔

مسئلہ کی حقیقت صرف اتنی ہے۔ کہ دو لشکر بالمقابل صف آرا ہیں۔ ایک مسلمانوں کا دوسرا غیر مسلموں کا۔ مسلمان صرف دین کی اشاعت اور اللہ کا نام بلند کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے دشمن ان کو اس سے روکتے اور اللہ کے نام کی حکومت کو ختم کرنا چاہتے۔ اور یہ عزم صمیم کئے ہوئے ہیں۔ کہ مسلمان لشکر کو تہ تیغ کرکے ان کے املاک پر قابض ہوکر ان کی قوم کو غلام بنالیں اس ارادے سے ستو دشمنوں کا ایک دستہ تلواریں سونت کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوتا ہے۔ حسن اتفاق سے وہ حملہ میں ناکام ہوکر مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو جاتے ہیں۔

آپ انصاف فرمائیں کہ جو آدمی ہم کو قتل کرنے کے ارادے سے ہم پر حملہ آور ہوتا ہے۔ کیا ہمیں اس کا قتل کرنا ناجائز ہے۔ اگر ہم اس کو گرفتار کرنے میں کامیاب نہ ہوتے تو اس کے ہاتھ سے قتل ہوگئے ہوتے۔ عقل کا فیصلہ

یہی ہے۔ کہ جو قابو پاکر ہمیں قتل کرکے ہماری قوم کو غلام بنانا چاہتا تھا۔ ہم نے اس پر قابو پالیا ہے۔ تو ہمیں کیوں اس کا قتل ناجائز ہے۔ اگر میدان جنگ میں دو منٹ پہلے اس کو ہم قتل کرسکتے ہیں۔ تو قابو پالینے کے دو منٹ بعد اسی جرم میں اس کو کیوں قتل نہیں کرسکتے۔ لیکن اسلام نے ہمیں اختیار دیا ہے۔ کہ ان کو قتل کردیں یا غلام بنالیں یا قیدیوں کے بدلے یا فدیے اور تاوان جنگ کے بدلے ان کو رہا کردیں۔ یا بالکل احسان کرکے یونہیں رہا کردیں۔ یہ حالات پر موقوف ہے۔

یہاں سوال صرف ایک صورت کا ہے اور وہ غلام بنانے کا۔ اسلام میں غلام بنانے کی صرف یہی ایک صورت ہے۔ کہ جنگی قیدیوں کو غلام بنایا جاسکتا ہے۔ اس پر کیا اعتراض ہے۔

معترض ہم کو دومنٹ پہلے یعنی گرفتار کرنے سے قبل میدان کارزار میں ان کو قتل کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ اور عقل سلیم ان کے اسی جرم میں جس کی پاداش میں ہم ان کو جنگ میں قتل کرسکتے تھے بعد از گرفتاری بھی ہمیں ان کے قتل کی اجازت دیتی ہے۔ پھر کون سا مشکل مسئلہ درپیش ہے۔ کہ بجائے قتل ہم ان کو غلام بنالیں۔ یہ بات تو آپ خود ان جنگی قیدیوں سے دریافت کریں۔ کہ وہ قتل چاہتے ہیں۔ یا غلامی۔ جن کو عقل سلیم قتل کرنے کی اجازت دیتی ہے۔ ان کو بجائے قتل کے غلام بنا لینا کیوں ناجائز ہوگیا۔ اگر حکومتیں حکومت کا تختہ الٹنے والے باغیوں کو یا حملہ آور ہوکر ہمیں قتل کرنے والوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کی سزا دیتی ہیں۔ تو ایسوں کو غلام بنانے کی اجازت کیوں نہ دیں۔

غلام بنانے کا فلسفہ

بہر حال یہ بات بالکل واضح ہے جو لوگ ہمارے قتل کرنے کے لئے تلوار سونت کر ہم پر حملہ آور ہوئے تھے۔ ان کو گرفتاری کے بعد ہمیں قتل کرنے کی بالکل اجازت ہونی چاہیئے۔ کیونکہ اگر ہم ان پر قابو نہ پالیتے تو وہ ضرور ہمیں قتل کرتے۔ اب اسلام نے یہ شفقت آمیز اجازت دی ہے۔ کہ بجائے قتل کے تم ان کو غلام بھی بنا سکتے ہیں۔

یہاں سوال انسانی شرافت کا نہیں دشمن کو زیر کرنے اس کی قوت توڑنے اور اسیران جنگ سے نپٹنے کا ہے۔ جو بہر حال دشمن قوم کے افراد ہیں۔ اور چھوٹ کر پھر ان کی قوت میں اضافہ کا سبب بن سکتے ہیں۔

دوسری قومیں اسیران جنگ کے مسئلے کو حل کرنے سے عاجز آ گئی ہیں۔ اگر چھوڑتے ہیں۔ دشمن پھر قوی ہوتا ہے۔ اگر قید میں رکھتے ہیں۔ فرض کیجئے دو لاکھ قیدی ہیں تو وہ خزانۂ عامرہ کو خالی کر دیں گے۔ دس بیس روپیہ فی قیدی ماہانہ خرچ کے حساب سے سال کا اندازہ لگائیں۔ پھر اتنے قیدیوں پر کنٹرول کرنے کے لئے لاکھوں روپوں کے خرچ سے اسٹاف (عملہ) رکھنا پڑے گا۔ پھر بھی اُن کی بغاوت و سازش کا خطرہ لگا رہے گا۔

اسلام نے قیدی بنانے۔ تبادل میں رہا کرنے سے بھی نہیں روکا۔ مگر غلامی کی ایک متبادل تجویز کر کے ساری مشکلات کو آسان کر دیا ہے۔ جب ان کے غلام بنانے کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ وہ فوج میں تقسیم ہو جاتے ہیں۔ ہر شخص اپنے غلام کو اپنے پاس رکھتا ہے۔ اس کو کھانا کھلاتا ہے کپڑے دیتا ہے۔ اس کی حفاظت کرتا ہے اور اس سے اس کے مناسب کام لیتا ہے۔ کوئی شخص اس کو بوجھ نہیں سمجھتا۔ ساری قوم کو پتہ ہوتا ہے۔ کہ یہ فلاں آدمی کا غلام ہے۔ اس لئے ہمارے ملک میں اس کو بھاگ جانے کی سہولت بہت کم ملتی ہے پھر مل کر وہ کوئی سازش بھی نہیں کر سکتے اور حکومت کے خزانہ پر بوجھ بھی نہیں پڑتا۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے۔ کہ اسلامی سوسائٹی میں رہ کر اور اسلامی تعلیمات سے آگاہ ہو کر اس کو ابدی نجات کی نعمت میسر ہونے کے امکانات بھی روشن ہو جاتے ہیں۔ جو مسلمانوں کا اصل مقصد ہے۔

وہ دولت اسلام سے مالا مال ہو کر خدائی دین کی اس وسیع برادری میں داخل ہو جاتا ہے۔ جہاں اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ۔

دیقینی بات ہے کہ تم میں سے بڑا شریف اور باعزت اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ ہے۔ جو اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرے) کی فرماں روائی ہوتی ہے۔ جہاں ایاز بھی محمود کے ساتھ ایک صف میں کھڑا ہوتا ہے

جہاں حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو سیدنا (ہمارے سردار) کہہ کر پکارتے ہیں۔ جہاں حضرت زید رضی اللہ تعالےٰ عنہ اپنے باپ کے ساتھ اپنے خاندان میں جانے سے انکار کر کے سرور کائنات صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے قدموں میں حیات مستعار گزارنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ جہاں غلام کے بدلے گورنر کو قتل کیا جا سکتا ہے۔ جہاں غلام علم و عمل میں ترقی کر کے امیر المومنین اور قطب الاقطاب بن سکتا ہے۔

اس تفصیل سے یہ روز روشن کی طرح واضح ہو گیا۔ کہ اسلام میں غلامی بہت محدود ہے۔ اور وہ بھی ایام جنگ اور نتائج جنگ کے انتظامات سے متعلق ہے یہ ان اسیران جنگ پر ظلم نہیں بلکہ قتل کے لائق افراد کے ساتھ بجائے قتل کے یہ سلوک کیا گیا۔ اور یہ بھی امیر کی رائے پر موقوف ہے۔ اس بالکل جائز اور معقول بات کے خلاف محض تعصب کی بنا پر زمین و آسمان کے قلابے ملائے جاتے ہیں۔ حالانکہ معترضین دشمنوں کو قتل کر کے آگ میں جلا دیتے اور پتہ تک نہیں لگنے دیتے۔ اور جنگ میں جو سلوک مقابل اور اس کی قوم اور ملک سے کیا جاتا ہے۔ خدا کی پناہ۔ نہ عزت و ناموس بچتی ہے۔ نہ مال و دولت اور نہ انسانوں سے انسانی سلوک کیا جاتا ہے۔ چند آدمیوں کو نہیں بلکہ ساری قوم کو ذلیل غلام بنا لیا جاتا ہے۔ اور اب اس کی بھی نوبت نہ آئے گی۔ ایک

محمد شفیع عمرالدین (سانگھڑ)

خوفِ قیامت

ڈرو اُس سے جو وقت ہے آنے والا۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَىٰ وَمَا هُمْ بِسُكَارَىٰ وَلَٰكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ ٥

(سورۃ الحج پ ۱۷ رکوع ۱)

ترجمہ۔ اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو۔ بے شک قیامت کا زلزلہ ایک بڑی چیز ہے۔ جس دن اسے دیکھوگے ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے کو بھول جائیگی اور ہر حمل والی اپنا حمل ڈال دے گی۔ اور تجھے لوگ مدہوش نظر آئیں گے اور وہ مدہوش نہ ہونگے لیکن اللہ کا عذاب سخت ہو گا۔

قیامت کا دن بڑا ہولناک ہوگا ماں پیارے بچے کو بھول جائے گی مارے وہشت کے حاملہ عورتوں کے حمل گر جائیں گے۔ خوف کے باعث لوگ حواس باختہ ہوں گے۔

(۱) يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ٥ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ٥ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ٥ لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ٥ (سورۃ عبس پ ۳۰ رکوع ۱)

ترجمہ۔ جس دن آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا۔ اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی اور

باقی صفحہ ۱۸

۴ بم سے دس کروڑ آدمیوں پر اثر پڑیگا یہ ہیں انسانیت کے خیر خواہ۔ بھلا ان سے کوئی پوچھے یہ تباہ کن لڑائیاں کس لئے ہیں۔ یوں تو وہ امن عالم اور کمزور کی امداد کے خوشنما الفاظ استعمال کریں گے۔ مگر اصل وجہ محض اپنا اقتدار اور اس کے لئے بنی نوع انسانی کی تباہی

(باقی پھر)

بقیہ صفحہ ۱ سے آگے

اپنے بیٹوں سے۔ ہر شخص کی ایسی حالت ہوگی جو اس کو اوروں کی طرف سے بے پرواہ کردے گی۔

یہ فرار اس لئے ہوگا۔ کہ کوئی عزیز نیکی نہ مانگ بیٹھے کیونکہ اس دن ہر ایک کو اپنے چھٹکارے کے لئے نیکیوں کی ضرورت ہوگی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰے عنہا فرماتی ہیں۔ کہ مجھے دوزخ کی آگ یاد آگئی اور میں رو پڑی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، کیوں روتی ہو؟ میں نے عرض کیا، دوزخ کی یاد آگئی۔ اور رو پڑی۔ کیا قیامت کے دن آپ اپنے اہل و عیال کو یاد رکھیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تین مقامات ایسے ہیں۔ جہاں کوئی کسی کو یاد نہ کرے گا۔ ایک تو میزان اعمال پر جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ اس کے نامۂ اعمال کا پلہ بھاری رہا یا ہلکا۔ دوسرے اعمال نامے ہاتھوں میں دیئے جانے کے وقت جب تک یہ نہ معلوم ہو جائے کہ نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا گیا ہے۔ یا پیٹھ پیچھے سے بائیں ہاتھ میں۔ اور جب کہ دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ پانے والا خوشی سے یہ نہ کہہ اٹھے کہ آؤ میرا اعمال نامہ پڑھو تیسرے پلصراط کے قریب۔ جب کہ پل صراط کو جہنم کی پشت پر رکھا جائے گا۔ (مشکوٰۃ)

(۲) لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَا اَوْلَادُكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝

(الممتحنہ ایت ۳)

ترجمہ۔ نہ تمہیں تمہارے رشتے ناطے اور نہ تمہاری اولاد قیامت کے دن نفع دیں گے وہ تمہارے درمیان فیصلہ کریگا اور جو تم کرتے ہو۔ اللہ اسے خوب دیکھتا ہے۔

پھر یہ کہاں کی عقلمندی ہے۔ کہ مسلمان اہل و عیال کی خاطر اللہ کو ناراض کرے۔

یاد رکھو

ہر چیز سے مقدم اللہ کی رضا مندی ہے۔ وہ راضی ہو تو اس کے فضل سے سب کام ٹھیک ہو جاتے ہیں لیکن وہ ناخوش ہو تو کوئی کچھ کام نہ آئے گا"

(حضرت مولانا عثمانی رح)

قیامت کے روز غم و حزن سے نجات پانے کے لئے اللہ تعالٰے نے ہماری رہنمائی فرمائی ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ان احکام پر چل کر ہر قسم کے خوف و ہراس سے بچ جائیں۔

احکام الٰہی کے پیرو خوف حزن سے بچ جائینگے

(۱) فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

(البقرہ آیت ۳۸)

ترجمہ۔ پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے پس جو میری ہدایت پر چلیں گے۔ ان پر نہ کچھ خوف ہوگا۔ اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

حاصل کلام

خوف و حزن سے قیامت کے دن وہ بچیں گے جو اللہ تعالٰے کی طرف سے بھیجی ہوئی ہدایت پر عمل کریں گے۔

ہدایت کا سلسلہ اللہ نے حضرت سیدنا آدم علیہ السلام سے شروع فرما کر حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم فرمایا۔

اب خوف و حزن سے وہی شخص بچ سکتا ہے۔ جو حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجی ہوئی آخری کتاب قرآن مجید اور اس کی عملی شرح حدیث شریف پر عمل کرے گا۔

۲ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

(الاعراف۔ ایت ۳۵)

ترجمہ۔ اے آدم کی اولاد! اگر تم میں سے تمہارے پاس رسول آئیں جو تمہیں میری آیتیں سنائیں۔ پھر جو شخص ڈرے گا اور اصلاح کرے گا۔ ایسوں پر کوئی خوف نہ ہوگا۔

حاصل کلام

جو شخص اللہ تعالٰے کے احکام سن کر بدعملوں کی پاداش سے ڈریگا اور اپنی حالت اللہ اور رسول کے احکام کے مطابق ٹھیک کرے گا۔ تو آخرت کے دن غم و خوف سے بچا رہے گا۔

۳ بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ (البقرہ آیت ۱۱۲)

ترجمہ۔ ہاں جس نے اپنا منہ اللہ کے سامنے جھکا دیا اور وہ نیکوکاروں میں سے ہو۔ تو اس کے لئے اس کا بدلہ اس کے رب کے ہاں ہے۔ اور ان پر نہ کوئی خوف ہوگا۔ اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

حاصل کلام

جو اللہ کے احکام کا تابع بن گیا۔ اور نیکی بجا لاتا رہا۔ وہ قیامت کے دن رنج و غم میں مبتلا نہ ہوگا۔

ایمان دار

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِئُوْنَ وَالنَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ (المائدہ ایت ۶۹)

ترجمہ۔ بے شک جو مسلمان ہیں۔ اور جو یہودی اور صابئی اور نصاریٰ ہیں۔ جو کوئی اللہ اور قیامت پر ایمان لایا اور نیک کام کئے تو ان پر کوئی خوف نہیں

ہوگا۔ اور نہ وہ غمگین ہونگے

تمام بنی آدم کے لئے نجات کا یہ اصول ہے کہ اللہ کی طرف سے جو حکم آئے جس وقت آئے۔ جس نبی کی معرفت آئے اس پر ایمان لایا جائے۔ اور اس کو عملی جامہ پہنایا جائے اور حساب کتاب کا آدمی قائل ہو۔ تم یہ کر رہے ہو۔ کہ خدا تعالےٰ موسیٰ علیہ السلام یا عیسیٰ علیہ السلام کی معرفت توراۃ یا انجیل میں حکم دے گا۔ اور اس کا قرار کرو گے۔ لیکن قرآن میں آئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت آئے۔ تو نہیں مانوگے۔ یہ ایمان صحیح کامل اور خالص نہیں ہے۔

حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب مدظلہ

شریعت میں ایمان کے معنی یہ ہیں کہ اللہ پر، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں پر، اس کے سب رسولوں پر، قیامت پر، اور اچھی بری تقدیر پر یقین اور ایمان رکھا جائے۔

اب سابقہ امتوں میں سے اگر کوئی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائے گا۔ تو وہ ایماندار کہلانے کا مستحق نہ ہوگا۔

نیز سچے ایماندار جو عمل صالح بجا لاتے ہیں وہی خوف و حزن سے محفوظ رہیں گے۔ اللہ تعالےٰ جملہ اقوام عالم کو فہم سلیم عطا فرمائے۔ کہ اسلام کی آغوش میں آکر اپنی عاقبت سنوار لیں۔

باعمل ایماندار

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝

(البقرۃ ایت ۲۷۷)

ترجمہ۔ جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے اور نماز کو قائم رکھا۔ اور زکوٰۃ دیتے رہے ان پر کوئی خوف نہ ہوگا۔ اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

استقامت والے ایماندار

۱ إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝

(الاحقاف آیت ۱۳)

ترجمہ۔ بے شک جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ پھر اسی پر جمے رہے۔ پس ان پر کوئی خوف نہیں۔ اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

۲۔ إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ۝

(حٰمٓ السجدہ آیت ۳۰)

ترجمہ۔ بے شک جنہوں نے کہا تھا۔ کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ پھر اس پر قائم رہے۔ ان پر فرشتے اتریں گے کہ تم خوف نہ کرو اور نہ غم کرو اور جنت میں خوش رہو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔

استقامت یہ ہے۔ کہ توحید کا اقرار کر کے اس پر قائم رہے۔ چار روزہ زندگی احکام الٰہی کے مطابق گزار لے۔ شرک سے بچا رہے۔ غیر اللہ کی طرف نہ جھکے۔ دین پر پختہ رہے۔ خلوص نیت کے ساتھ نیک اعمال بجا لائے۔

ایسے نیک بختوں کو موت کے وقت فرشتے ڈھارس بندھاتے ہیں کہ کسی قسم کا غم و فکر نہ کرو۔ تمہارے لئے جنت کی خوشخبری ہے۔ لہٰذا میدان حشر میں قبر میں اور پل صراط پر فرشتے بشارتیں دیتے رہیں گے۔ نیک بندوں کو اس دن کہا جائے گا۔

يَا عِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَا أَنتُمْ تَحْزَنُونَ ۝

(الزخرف ۶۸)

ترجمہ۔ (کہا جائے گا) اے میرے بندو تم پر آج نہ کوئی خوف ہے۔ اور نہ تم غمگین ہوں گے

یعنی اگلے پچھلے غم اب سب مٹ گئے اب ہمیشہ کا سکھ اور چین ملے گا۔

لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ وَتَتَلَقَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ هَٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ۝ (الانبیاء آیت ۱۰۳)

ترجمہ۔ اور انہیں بڑا بھاری خوف بھی پریشان نہیں کرے گا اور ان سے فرشتے آکر ملیں گے یہی وہ تمہارا دن ہے۔ جس کا نہیں وعدہ دیا جاتا تھا۔

اللہ کے راستے میں خرچ کرنیوالے

الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُم بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝

(البقرۃ ایت ۲۷۴)

ترجمہ۔ جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں رات اور دن کو چھپا کر اور ظاہر خرچ کرتے ہیں۔ تو ان کے لئے اپنے رب کے ہاں ثواب ہے ان پر نہ کوئی ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اصحاب اعراف کا دوزخیوں کو خطاب

وَنَادَىٰ أَصْحَابُ الْأَعْرَافِ رِجَالًا يَعْرِفُونَهُم بِسِيمَاهُمْ قَالُوا مَا أَغْنَىٰ عَنكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ ۝ أَهَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ أَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللَّهُ بِرَحْمَةٍ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَا أَنتُمْ تَحْزَنُونَ ۝

(الاعراف آیت ۴۸-۴۹)

ترجمہ۔ اور اعراف والے پکاریں گے جنہیں وہ ان کی نشانی سے پہچانتے ہوں گے۔ کہیں گے تمہاری جماعت تمہارے کسی کام نہ آئی اور نہ وہ جو تم تکبر کیا کرتے تھے۔ یہ وہیں ہیں۔ جن کے متعلق تم قسم کھاتے تھے۔ کہ انہیں اللہ کی رحمت نہیں پہنچے گی (انہیں کہا گیا ہے) جنت میں چلے جاؤ۔ تم پر نہ ڈر ہے نہ تم غمگین ہوگے۔

حاشیہ حضرت مولانا عثمانیؒ

(۱) "یعنی اس مصیبت کے وقت تمہاری وہ جماعتیں اور جتھے کہاں گئے۔ اور دنیا میں جو بڑھ بڑھ کر شیخیاں مارتے تھے۔ وہ اب کیا ہوئیں۔"

(۲) یہ "اہل جنت" کی طرف اشارہ کرکے دوزخیوں سے کہیں گے۔ کہ وہ تو

باقی صفحہ ۱۲ پر

ایم عبدالرحمٰن لودھیانوی (شیخوپورہ)

اولیاء اللہ کے فضائل وکرامات

(۲)

تصرف الٰہی اور تصرف اولیاء
) آسمان و زمین کا فرق ہے۔
شخص انبیاء اور اولیاء کو متصرف حقیقی یعنی بلا واسطہ غیرے اور متصرف مطلق ہر شے یعنی ہر جزو اور ہر کل کا ہر ساعت اور ہر آن میں جانتے تو وہ بلاشبہ مشرک ہے۔ کیونکہ یہ تصرف سوائے خدا تعالےٰ کے اور کسی کو ہونا محال ہے اور اگر یوں جانتا ہے کہ تصرف اولیاءؒ و انبیاء علیہم السلام کا بواسطہ غیر ہے نہ تصرف کلی بلکہ کبھی کبھی کسی جزو اور زمانہ میں بہ برکت تصرف الٰہی اور بمدد ایزدی اولیاءؒ و انبیاء علیہم السلام سے مذکورہ تصرف واقع ہوئے ہیں تو صحیح اور درست ہے۔

حضرت عمرؓ کی کرامت

جب مصر فتح ہوا تو وہاں کا حاکم حضرت عمروؓ ابن العاص کو مقرر کیا چند روز کے بعد شہر کے سب رئیس جمع ہو کر حاکم کے پاس آئے اور عرض کی کہ دریائے نیل ہے اور اس کا عجب حال ہے کہ اس مہینہ کی چودھویں رات کو ایک نوعمر خوبصورت عورت اس کے والدین سے خرید کر اور اس کو اچھے کپڑے پہنا کر اور زیوروں سے آراستہ کرکے پُل پر کھڑے ہو کر اس دریا میں پھینک دیا کرتے ہیں۔ تو وہ بیچاری اس میں بہہ جاتی ہے تو یہ ہمارے کھیتوں کو سیراب کرتا ہے ورنہ نہیں۔ حضرت عمروؓ ابن العاص نے فرمایا کہ یہ کفر کی رسم ہے۔ لوگوں نے وہ بات چھوڑ دی تو تین ماہ تک دریا نہ چڑھا تو شہر کے لوگ بھاگنے لگے تو حاکم مذکورہ نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں چھٹی لکھی تو انہوں نے اس کے جواب میں ایک رقعہ دریا کے نام لکھا اگر تو آپ بہتا ہے تو مت بہہ اور اگر اللہ کے حکم سے بہتا ہے تو بہہ۔ اور دوسرا پرزہ ابن العاص کو لکھا کہ اس کو دریائے نیل میں ڈال دو۔ چنانچہ جب وہ پرزہ دریا میں ڈال دیا گیا تو سولہ گز پانی اوپر چڑھا۔ اور وہ نو عمر کو آراستہ کر کے دریا میں ڈال دینے کی رسم بند ہو گئی۔

۱۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں۔ کہ اسیدؓ بن حضیر اور عبادؓ بن بشیرؓ کسی ضرورت کے متعلق کچھ رات گئے تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس باتیں کرتے رہے۔ اسی میں ایک پہر رات گذر گئی۔ رات بہت زیادہ تاریک تھی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے چلے گئے تو واپسی میں ہر ایک کے ہاتھ میں لاٹھی تھی ایک کی لاٹھی فوراً روشن ہو گئی اور دونوں اس کی روشنی میں چلتے رہے جب راستہ میں ایک دوسرے سے علیحدہ علیحدہ ہوئے تو دوسرے کی لاٹھی بھی روشن ہو گئی۔ اور ہر شخص اپنی لاٹھی کی روشنی میں چل کر گھر تک پہنچ گیا۔

۲۔ حضرت ابن منکدرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آزاد کردہ غلام سفینہ نامی لشکر کا راستہ بھول کر سرزمین روم میں چلا گیا۔ اور پھر وہاں سے بھاگ کر لشکر کی تلاش میں چل دیا۔ اچانک ایک شیر آ گیا۔ سفینہ نے شیر سے کہا۔ اے ابو الحارث (یہ شیر کی کنیت ہے) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آزاد کردہ غلام ہوں۔ میرے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا ہے شیر یہ سنتے ہی دُم ہلاتا اور چاپلوسی کرتا سامنے آ گیا۔ اور سفینہ کے برابر آکر کھڑا ہو گیا۔ اور سفینہ کی رہبری کے لئے برابر چلنے لگا۔ اگر کوئی آواز سنائی دیتی تو فوراً اس طرف چل دیتا (تاکہ اگر کوئی خطرناک چیز ہو تو اسے دفع کرکے سفینہ کو اس سے بچائے) اور پھر سفینہ کے برابر آکر چلتا۔ یہانتک کہ سفینہ لشکر تک پہنچ گیا اور شیر واپس چلا گیا۔

بقیہ صفحہ ۱۱ سے آگے

بقیہ صفحہ ۱۱ سے آگے

چھوٹے مسکین اور ضعیف الحال جن کو تم حقیر سمجھ کر کہا کرتے تھے۔ کہ کیا خدا کی مہربانی سب کو چھوڑ کر ان جیسوں پر ہوسکتی ہے؟

اَهٰٓؤُلَاۤءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا (الانعام آیت ۵۳)

(کیا یہی ہیں ہم میں سے جن پر اللہ نے فضل کیا ہے)

ان کو تو آج کہہ دیا گیا ہے۔
اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ الخ
(چلے جاؤ جنت میں بے خوف و خطر)
حالانکہ تم اس عذاب میں مبتلا ہو

جنتیوں کی دعائے شکریہ

جنت میں داخل ہونے کے بعد جنتی [کہیں] گے۔

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ [عَنَّا] الْحَزَنَ ۭ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُۨ [الَّذِ]يْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ [لَا يَ]مَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ وَّلَا يَمَسُّنَا فِيْهَا [لُغُوْ]بٌ ٥ (فاطر آیت ۳۴-۳۵)

ترجمہ۔ اور وہ کہیں گے اللہ کا شکر ہے۔ جس نے ہم سے غم دور کر دیا بے شک ہمارا رب بخشنے والا قدردان ہے۔ وہ جس نے اپنے فضل سے ہمیں سدا رہنے کی جگہ میں اتارا جہاں ہمیں نہ کوئی رنج پہنچتا ہے۔ اور نہ کوئی مصیبت۔ رہنے کا گھر اس سے پہلے کوئی نہ ہر جگہ چل چلاؤ۔ اور روزی کا غم دشمنوں کا۔ اور رنج اور مشقت پہنچ کر سب گئے۔"

(موضح القرآن)

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ

آمین۔ یا ارحم الراحمین)

۳۔ حضرت عروہ رضؓ بن زُبیر کہتے ہیں کہ اروی بنت اوس نے سعید ابن زید پر مروان کے سامنے جا کر دعویٰ کیا کہ سعید نے میری کچھ زمین لے لی ہے۔ حضرت سعید نے فرمایا جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سن لی تو کیا پھر بھی میں اس کی زمین لے لیتا۔ مروان نے پوچھا کہ آپ نے کیا حدیث سنی ہے۔ سعید نے کہا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی کی بالشت بھر زمین ظلم سے لے گا۔ خدا تعالےٰ اس کو سات زمینوں کا طوق پہنائے گا۔ حدیث سن کر مروان بولا۔ اب میں آپ سے حدیث سننے کے بعد کسی اور ثبوت کا طلبگار نہیں ہوں۔ سعید نے فرمایا۔ الٰہی اگر یہ عورت جھوٹی ہے تو اس کی آنکھوں کو اندھا کر دینا۔ اور اسی زمین پر اس کو قتل کر دینا۔ چنانچہ مرنے سے پہلے اس عورت کی بینائی جاتی رہی اور ایک روز اسی زمین پر چل رہی تھی کہ ایک گڑھے میں گر کر مر گئی۔ عبداللہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں میں نے اس عورت کو دیکھا تھا نابینا تھی اور دیواروں کا سہارا ڈھونڈتی پھرتی تھی۔ اور کہتی تھی کہ مجھے سعید کی بد دعا لگ گئی۔ جس مکان کے متعلق سعید سے جھگڑا ہوا تھا اُسی گھر میں ایک کنوآں تھا وہ عورت اُس کنوئیں کی طرف ایک روز جا رہی تھی کہ اس کے اندر گر پڑی اور وہی کنوآں اس کی قبر بن گیا۔

۴۔ حضرت امام زین العابدینؓ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے — تو جبرئیل علیہ السلام نے آکر کہا۔ مجھے خدا تعالےٰ نے آپ کے پاس بھیجا ہے اور یہ اعزاز و اکرام صرف آپ کے ساتھ مخصوص ہے۔ خدا تعالیٰ آپ کی مزاج پرسی فرماتا ہے اگرچہ وہ آپ سے زیادہ آپ کی حالت جانتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے جبرئیل! میں اپنے آپ کو غمگین اور رنجیدہ پاتا ہوں (جبرائیل یہ جواب سن کر چلے گئے) دوسرے روز پھر آئے۔ اور پہلے دن کی طرح گفتگو کی اور رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی وہی جواب دیا۔ لیکن اب کی مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ ایک فرشتہ بھی تھا جس کا نام اسمٰعیل تھا اور وہ ایک لاکھ فرشتوں کا سردار تھا اور ان میں سے ہر فرشتہ کے نیچے ایک ایک لاکھ فرشتے ہیں۔ اسمٰعیل نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے باریابی کی اجازت چاہی۔ اور مزاج پرسی کی۔ اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام نے کہا۔ اسمٰعیل کے ساتھ یہ مَلک الموت ہے۔ آپ سے حاضر ہونے کی اجازت چاہتا ہے۔ حالانکہ آپ سے پہلے نہ اس نے کسی سے اجازت چاہی اور نہ ہی آپ کے بعد وہ کسی سے باریابی کی اجازت لے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اچھا اجازت دے دو۔ جبرائیل علیہ السلام نے اجازت دے دی۔ مَلک الموت نے آکر سلام کیا۔ اور کہا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا تعالےٰ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ اگر آپ مجھے روح قبض کرنے کی اجازت دیں تو میں قبض کر لوں اور اگر چھوڑ کر چلے جانے کا حکم دیں تو چھوڑ کر چلا جاؤں۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے مَلک الموت! کیا تم ایسا کروگے؟ مَلک الموت نے کہا۔ جی ہاں، مجھے یہی حکم ملا ہے۔ اور آپ کی اطاعت پر مامور ہوا ہوں۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام کی طرف مشورہ طلب کرنے کے لئے دیکھا۔ جبرائیل علیہ السلام بولے۔ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا تعالےٰ آپ کی ملاقات کا مشتاق ہے یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مَلک الموت سے فرمایا۔ جس بات کا تم کو حکم ملا ہے اس کو پورا کرو۔ حسب اجازت مَلک الموت نے روح مبارک قبض کر لی۔ جب آپ کی وفات ہو گئی اور تعزیت کے لئے لوگ آئے تو حاضرین نے گھر کے ایک گوشہ سے یہ آواز سنی ”اے گھر والو! تم پر سلامتی اور خدا کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں بے شک خدا تعالےٰ ہر مصیبت سے صبر دینے والا ہے۔ ہر فوت شدہ چیز کا بدل دینے والا ہے۔ اور ہر فنا شدہ چیز کا عوض دینے والا ہے۔ لہٰذا تم کو خدا سے بیم و رجا (خوف و امید) رکھنا چاہئے۔ کیونکہ در حقیقت مصیبت زدہ وہی ہوتا ہے جو ثواب سے محروم رہ جائے۔ حضرت زین العابدینؓ نے فرمایا۔ کیا تم کو معلوم ہے کہ وہ شخص کون تھا؟ وہ خضر علیہ السلام تھے۔

۵۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کہتے ہیں کہ اصحاب صُفّہ نادار لوگ تھے۔ حضور والا نے فرمایا تھا کہ جس شخص کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ ان میں سے تیسرے کو لے جائے اور جس کے پاس چار آدمیوں کا کھانا ہو وہ ان میں سے پانچویں یا چھٹے کو لے جائے۔

ایک روز حضرت ابوبکرؓ تین آدمیوں کو کھانا کھلانے لاتے اور دس آدمیوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم لے گئے۔ شام کا کھانا حضرت ابوبکرؓ نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی کھایا۔ اور وہیں ٹھہرے رہے پھر عشاء کی نماز کے بعد بھی لوٹ کر وہیں چلے گئے۔ اور وہاں ہی ٹھیرے رہے۔ یہانتک کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کا کھانا کھایا۔ کچھ رات گذر گئی تو حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے بیوی نے کہا مہمانوں کو چھوڑ کر آپ کہاں رہے کیوں نہ گھر آئے حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کیا تم نے ان کو ابھی تک کھانا نہیں دیا؟ بیوی نے کہا دیا تھا مگر انہوں نے بغیر آپ کے آئے ہوئے کھانے سے انکار کر دیا۔ حضرت ابوبکرؓ یہ سن کر غضبناک ہو گئے اور فرمایا خدا کی قسم میں کھانا نہیں کھاؤنگا بیوی نے بھی قسم کھا لی کہ میں بھی نہیں کھاؤں گی۔ اور مہمانوں نے بھی نہ کھانے کی قسم کھا لی۔ اخیر

میں حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ یہ شیطانی حرکت تھی۔ اس کے بعد کھانا منگوا کر خود بھی کھایا۔ اور مہمانوں نے بھی کھایا۔ راوی کا بیان ہے کہ مہمان جو لقمہ دسترخوان پر سے اٹھاتے تھے اُس کے نیچے سے اور زیادہ کھانا نکلتا معلوم ہوتا تھا حضرت ابوبکرؓ نے یہ دیکھ کر بیوی سے کہا۔ کہ اے اُخت بنی فراس! یہ کیا بات ہے۔ بیوی نے کہا اپنی خنکئی چشم کی قسم کھانا تو پہلے سے تین گنا ہے۔ خلاصہ یہ کہ سب کھا چکے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی خدمت میں بھی کھانا بھیج دیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اُس میں سے نوش فرما لیا۔

۶۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب لوگوں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینا چاہا تو کہنے لگے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو کس طرح غسل دیں۔ کہ آیا جس طرح اپنے مُردوں کو کپڑے اتار کر غسل دیتے ہیں ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے اتار کر غسل دیں یا کپڑے پہنے ہوئے غسل دیں۔ لوگوں میں اس کے متعلق اختلاف ہونے لگا۔ اسی دَوران میں خداتعالیٰ نے سب لوگوں پر خواب کو مسلط کر دیا۔ اور ہر شخص کی ٹھوڑی سینہ سے آ لگی۔ اور کسی شخص نے گھر کے ایک گوشہ سے آواز دی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑے پہنے ہوئے غسل دو۔ لوگوں نے فوراً اٹھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتہ پہنے غسل دیا۔ پانی کرتہ کے اوپر ڈالتے تھے اور کرتہ سے بدن مبارک ملتے تھے لیکن کسی کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ ندا کرنے والا کون شخص تھا۔

۷۔ حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے کچھ فوج جہاد کے لئے ساریہ نامی شخص کی ماتحتی میں روانہ کی۔ ایک روز حضرت عمرؓ خطبہ پڑھ رہے تھے۔ یکایک چلّا اٹھے ساریہ! پہاڑ، ساریہ! پہاڑ کو دیکھ کچھ دنوں کے بعد لشکر کی طرف سے ایک قاصد آیا۔ اور کہنے لگا۔ اے امیرالمومنین! جب ہمارا مقابلہ دشمن سے ہوا تو انہوں نے ہم کو شکست دے دی۔ اسی دَوران میں کسی چیخنے والے کی ہم کو آواز سنائی دی۔ ساریہ! پہاڑ، ساریہ! پہاڑ۔ آواز کو سنتے ہی ہم نے پہاڑ سے پُشتیں لگا دیں اور خدا تعالےٰ نے دشمن کو شکست دے دی۔

۸۔ حضرت ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک بندہ کو خدا نے اختیار دیا کہ چاہے تو دنیوی ناز و نعمت کی مقدار حسب منشاء لے لے یا وہ نعمتیں لے لے جو خدا کے پاس ہیں۔ اُس بندہ نے نعمائے الہٰی کو پسند کر لیا۔ حضرت ابوبکرؓ یہ سن کر رونے لگے۔ اور عرض کیا۔ ہمارے ماں باپ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) پر قربان، لوگوں کو حضرت ابوبکرؓ کی بات سے تعجب ہوا۔ اور کہنے لگے۔ اس بڈھے کو دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک بندہ کی حالت بیان کرتے ہیں جس کو خدا تعالیٰ نے دنیوی عیش و آرام اور اُخروی نعمتوں میں سے حسب منشا ایک چیز کے پسند کر لینے کا اختیار دے دیا۔ اور یہ بڈھا رو رہا ہے۔ مگر واقعی حضرت ابوبکرؓ ہم سے زیادہ علم رکھنے والے تھے۔ اس بندہ سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تھی۔

(مشکوٰۃ شریف باب الکرامات)

۹۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ جب جنگ اُحد پیش آئی تو اُس رات میرے والد نے مجھ کو بلایا اور کہا کہ میں خیال کرتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں جنگ کے اندر سب سے پہلا مقتول میں ہوں گا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میں تجھ کو زیادہ عزیز رکھتا ہوں۔ مجھ پر جو قرض ہے اُس کو ادا کر دینا۔ اور اپنی بہنوں کے ساتھ بھلائی کرنا۔ چنانچہ صبح کو جب جنگ ہوئی تو سب سے پہلے میرے والد ہی شہید ہوگئے۔ اور میں نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق ایک اور شخص کے ساتھ قبر میں دفن کر دیا۔ پھر میری طبیعت نے یہ چیز پسند نہیں کی۔ کہ میں اپنے والد کو دوسرے کے ساتھ چھوڑے رکھوں تو میں نے آپ کے جسم کو چھ ماہ کے بعد وہاں سے نکال لیا تو وہ ویسا ہی سلامت تھا۔ جیسا کہ پہلے دن تھا۔ علاوہ اُن کے کان کے کہ اس میں ذرا سا خراش تھا۔ پھر میں نے ان کو علیحدہ قبر میں دفن کر دیا۔ (بخاری)

مجلس ذکر منعقدہ جمعرات ۲۰ر صفر المظفر ۱۳۸۱ھ مطابق ۳ر اگست ۱۹۶۱ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہٗ کے صاحبزادہ مولانا حافظ حمید اللہ صاحب نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اَمَّا بَعْدُ

تم مجھے یاد کرو ۔ میں تمہیں یاد کروں گا اور میرا شکر ادا کرو ۔ اور ناشکری نہ کرو

حضرت شیخ التفسیر مدظلہٗ کے بیت اللہ شریف لے جانے کے بعد حضرت کے صاحبزادہ مولانا حافظ حمید اللہ صاحب الحمد للہ باقاعدگی سے مجلس ذکر منعقد کراتے ہیں اور ذکر کے بعد رشد و ہدایت بھی ہوتی ہے ۔ حافظ صاحب تو تقریر شائع کرنے کے خواہشمند نہیں ہیں اس لئے سابقہ اشاعت میں پہلی جمعرات کی تقریر شائع نہیں کی گئی ۔ لیکن احباب نے سخت تقاضا کیا اور کہا کہ جب ایسی جامع تقریر ہوتی ہے جس سے ہمارے قلوب تسکین پکڑتے ہیں ۔ تو یہ ضرور شائع ہونی چاہئے ۔ تاکہ عوام بھی اس سے استفادہ حاصل کر سکیں اس لئے دوستوں کے اصرار پر اسے شائع کیا جا رہا ہے امید ہے کہ حضرت حافظ صاحب در گزر فرماویں گے نائب مدیر

فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ وَ اشْکُرُوْا لِیْ وَلَا تَکْفُرُوْنَ ○ پ۲ ۔ رکوع ۲

ترجمہ ۔ تم مجھے یاد کرو ۔ میں تمہیں یاد کروں گا ۔ اور میرا شکر ادا کرو ۔ اور ناشکری نہ کرو ۔

حدیث شریف میں آیا ہے ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ کہ جس وقت مومن اللہ تعالےٰ کی یاد کرتا ہے ۔ تو اللہ تعالےٰ بھی اُسے یاد کرتا ہے ۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کو دل میں یاد کرتا ہے ۔ تو اللہ تعالےٰ بھی اُسے دل میں یاد کرتے ہیں ۔ اگر وہ زبان سے یاد کرتا ہے ۔ تو وہ بھی زبان سے یاد کرتے ہیں ۔ اگر مومن مجلس میں اللہ تعالیٰ کی یاد کرتا ہے ۔ تو خدا تعالےٰ ہماری مجلس سے بہتر مجلس یعنی فرشتوں کی مجلس میں اُس بندے کی یاد کرتے ہیں ۔

اس کے بعد حاصل یہ کہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں ۔ کہ اگر تم میرا ذکر کرو گے ۔ تو میں بھی تمہارا اپنے فرشتوں میں ذکر کروں گا ۔ اور آگے فرماتے ہیں ۔ کہ میرا شکر کرو ۔ ناشکری نہ کرو ۔

اس کا مطلب یہ ہے ۔ کہ جب اللہ تعالیٰ عبادت کی توفیق دیں ۔ تو اُس کا شکر ادا کریں ۔ کیونکہ جب تک اللہ تعالےٰ توفیق نہ دیں نیکی نہیں ہوتی ۔ حدیث شریف میں ذکر آتا ہے ۔ ایک علامت یہ بھی ہے ۔ کہ قیامت کے نزدیک اللہ تعالےٰ کی امانت جو انسانوں کے دلوں میں اتار دی گئی ہے اٹھالی جائے گی ۔ اللہ تعالےٰ کی امانت ایمان اور اسلام ہے ۔ یعنی انسان رات کو سوئے گا ۔ صبح کو بے ایمان ہو کر اُٹھے گا ۔ یعنی اللہ تعالےٰ کے بتائے ہوئے طریقے پر عمل نہیں کرے گا ۔ ایمان اور اسلام کو بالکل چھوڑ دے گا

ہم سب کو اللہ تعالےٰ کے سامنے عاجزی کرتے رہنا چاہئے ۔ کہ یا اللہ ہم بڑے ذلیل و خوار ہیں ۔ بڑے سخت گنہگار ہیں ۔ تیری نافرمانی کرتے رہتے ہیں ۔ تیرا لاکھ لاکھ دفعہ شکر ہے ۔ کہ تو نے ہمیں گمراہی کے راستے سے نکال کر سیدھے راستے پر لگایا ہے ۔ اور اس مجلس میں شامل ہو کر اپنا ذکر کرنے کی توفیق دی ہے ۔ یا اللہ ہمیں سیدھے راستے پر ہمیشہ قائم رکھ ۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں ۔

لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ وَلَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ ○

(پ۱۳ ع ۱۳)

ترجمہ ۔ اگر تم میرا شکر کرو گے تو بہت زیادہ دوں گا ۔ اور اگر ناشکری کرو گے تو میرا عذاب سخت ہے ۔

اس لئے ہمیں ہر وقت ہر حال میں اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کرتے رہنا چاہئے ۔ کہ یا اللہ تعالےٰ تیرا شکر ہے ۔ کہ تو نے ہمیں صحیح طریقے پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے ۔

ہم اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے بالکل صحیح طریقے پر عمل کر کے ذکر الٰہی کے لئے جمع ہوتے ہیں ۔ ہمیں اللہ تعالےٰ ہمیشہ ذکر الٰہی کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ (آمین یا الٰہ العالمین)

ہر نعمت کا الگ الگ شکر ادا کرنا چاہئے ۔ کہ یا اللہ تیرا شکر ہے نیک کام کرنے کے لئے چلنے کی قوت دی قرآن کو ہاتھوں سے پکڑ کر آنکھوں سے پڑھنے کی توفیق دی ۔

اس طرح اگر ہم اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کرتے رہے تو اللہ تعالیٰ ہمیں بہت زیادہ دے گا ۔

اللہ تعالےٰ کی ناشکری دو قسم کی ہے (۱) اللہ تعالےٰ کی دی ہوئی نعمت کو بھول جانا اور اس کا شکر ادا نہ کرنا ۔ مثلاً اللہ تعالےٰ نے اگر سیدھے راستے پر چلایا ہے تو زبان سے اللہ تعالےٰ کا شکر ادا نہ کرنا (۲) اس نعمت کو سنبھال کر نہ رکھنا ۔ یعنی اگر اللہ تعالےٰ نے نماز پڑھنے اور قرآن پڑھنے کی توفیق دی ہے تو کچھ عرصے کے بعد نماز اور قرآن کی تلاوت کو چھوڑ دینا ۔ یہ بھی اللہ تعالےٰ کی ناشکری ہے ۔

ہر ایک مسلمان کو یہ کہنا چاہئے کہ یا اللہ تیرا شکر ہے کہ تو نے ہمیں صحیح طریقے پر عمل کرنے کی توفیق دی ہے اپنا ذکر اور

بادت کرنے کی ہمت دی ہے۔ پھر اس
ے بعد اسی راستے پر چلتے رہنے
ی کوشش کرنا۔ یعنی نہ اللہ تعالےٰ
ی عبادت کو ترک کرنا نہ تلاوت
رآن کو چھوڑنا اور نہ ہی ذکر الہٰی
یں کوتاہی کرنا۔ بلکہ پہلے سے بھی
یادہ اللہ تعالےٰ اللہ تعالےٰ کی عبادت
ی کوشش کرنا۔ بعض لوگ پہلے پکے
ازی اور دیندار ہوتے ہیں لیکن پھر
ے نماز بن جاتے ہیں۔ اور گمراہی کے
ستے کو اختیار کر لیتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ قرآن پاک میں فرماتے
یں۔ اگر تم میری ناشکری کروگے تو
خت عذاب دوں گا۔ اس کا مطلب
ہے کہ اگر اللہ تعالےٰ نے ہمیں
نی عبادت کی توفیق دی ہے۔ اس
ے بعد اگر ہم اللہ تعالےٰ کا زبان
ے شکر ادا نہ کریں اور اللہ تعالےٰ
ی عبادت کو چھوڑ دیں تو پھر سخت
ذاب کی وعید ہے۔

شیطان ورغلاتا ہے کہ بہت زیادہ
رصہ ہو گیا ہے تمہیں عبادت کرتے
وئے اب کوئی ضرورت نہیں۔ تم
ے کافی اللہ تعالےٰ کی عبادت کر لی
ہے۔ یہ بات بالکل غلط ہے۔ یہ
یطان کا دھوکا ہے۔

حضرت مولانا مدظلہٗ نے ۱۹۳۵ء
یں مدرسہ قاسم العلوم میں مجلس ذکر
روع کی تھی صرف چھ سات آدمی
تے تھے۔ آہستہ آہستہ آدمی زیادہ
وتے گئے۔ پھر مسجد میں آ گئے۔
ب میں دیکھتا ہوں کہ اکثر آدمی جو
ج سے بیس سال پہلے ہوتے تھے
ب مجلس ذکر میں نہیں آتے انہوں
ے درس قرآن کو بھی چھوڑ دیا ہے
ں شیطان یہی خیال لاتا ہے کہ
ب اور کوئی ضرورت نہیں۔ کافی
دت کر لی ہے۔ اور اکثر آدمی
طان کے پیچھے لگ جاتے ہیں۔
لوگ پہلے مجلس ذکر اور درس
رآن مجید میں آتے تھے اب کاروبار
ں پھنسے ہوئے ہیں۔ اور عبادت کو
ک کر دیا ہے۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ
ناشکری۔ دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ
یں دنیا کے دھندوں سے محفوظ
ھے اور اپنی یاد کی توفیق عطا
ئے۔ (آمین!)

جو لوگ نیک کاموں کو۔ درس قرآن اور مجلس ذکر کو چھوڑ دیتے ہیں اُن کی روحانی حالت خراب ہو جاتی ہے۔ انسانی روح پودے کی طرح ہوتی ہے۔ اگر پودے کو پانی ملتا رہے تو وہ پھلتا پھولتا ہے۔ ورنہ تھوڑے دنوں کے بعد مرجھا جاتا ہے اسی طرح اگر روح کو درسِ قرآن اور ذکر الہٰی کا پانی نہ ملے تو روح کمزور ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو سیدھے راستے پر چل کر اپنی یاد کی موت کے وقت تک توفیق عطا فرمائے۔ اور ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے۔ (آمین!)

شیطان ہمیشہ الٹ راستے پر چلاتا ہے۔ یہ کہتا ہے کہ کافی عبادت کر لی ہے۔ اب کوئی ضرورت نہیں۔ یہ کبھی خیال نہیں لانے گا کہ کافی عمر ہو گئی ہے روٹی کھاتے ہوئے اب روٹی کھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔

غالباً جب حضرت مولانا مدظلہ صاحب نے ۱۹۴۲ء میں درس قرآن کو ختم کیا تو لوگوں کو فرمایا کہ اب یہ نہ خیال کرنا کہ کافی عرصہ قرآن کا درس سنا ہے اس لئے اب کوئی ضرورت نہیں یہی کافی ہے۔ بلکہ جتنی مرتبہ بھی قرآن کا درس سنوگے اتنی ہی مرتبہ لطف آئے گا۔ اگر ایک آیت کا درس سو مرتبہ سنیں گے تو ہر مرتبہ نئی بات معلوم ہو گی۔

جس طرح کسی پرانے کنوئیں سے جتنی مرتبہ پانی نکالوگے ہر مرتبہ پانی میٹھا اور مزیدار نکلے گا۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ کی کتاب قرآن مجید ایک سمندر ہے۔ اس کا درس سننے سے ہر مرتبہ عمدہ عمدہ باتیں معلوم ہوں گی۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ کہ آدمی جس حالت میں مریگا اُسی حالت میں قیامت کے دن اٹھایا جائے گا۔ اگر اللہ تعالےٰ کی عبادت کرتا مرے گا تو قیامت کے دن عبادت کرتا اٹھایا جائے گا۔ اگر گناہ کرتا مرے گا تو گناہ کرتا اٹھایا جائے گا۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعض آدمی ساری عمر نیک کام کرتے رہتے ہیں۔ لیکن موت کے وقت کوئی بڑا کام کر لیتے ہیں۔ تو وہ سیدھے دوزخ میں جاتے ہیں اور بعض لوگ ساری عمر بُرے کام کرتے رہتے ہیں۔ مگر موت کے وقت کوئی نیکی کا کام کرنے سے جنت میں چلے جاتے ہیں۔

حاصل یہ کہ ہم سب کو نیکی کے کام بہت زیادہ کرنے چاہئیں۔ اللہ تعالےٰ کا ذکر کرنے کے لئے یہاں آئیں اور ہمیشہ اسی پر قائم رہیں۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو استقامت عطا فرمائے اور خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ (آمین!)

بقیہ صفحہ ۔۔ سے آگے

اور کیا آج بھی اس کی پشت پر طاقت اور روپیہ نہ رہے تو وہ چل سکتا ہے ہرگز نہیں۔ پھر جب ہر تحریک اور اصول کے لئے جدوجہد لازم ہے تو اسلامی اصول کی ترویج کے لئے جدوجہد سے پہلوتہی کیا جائے۔ اور کسی مسلمان طاقت کے لئے یہ کہاں تک جائز ہے۔ کہ وہ اس طرح کے حیلوں بہانوں سے اسلام کے زریں اصول سے ملک و ملت کو محروم رکھے۔ با اقتدار مسلمانوں کے لئے تو اسلام کو نافذ کرنے میں کسی وقت کا سامنا ہی نہیں کرنا پڑتا۔ ہاں خوئے بد را بہانہ بسیار۔ پھر اگر ہم اللہ تعالیٰ کے دین سے جو سرد مہری اور بے اعتنائی کا سلوک برتیں گے۔ ہمیں اسی طرح کے خدائی سلوک کے نتائج بھگتنے کے لئے تیار رہنا چاہیے۔ اللہ (تعالیٰ) نے مسلمانوں کے تمکن فی الارض (زمینی بادشاہت) کی غرض و غایت ہی یہ بیان فرمائی ہے کہ اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ (جن کو اگر ہم زمین کا غلبہ عطا کردیں۔ وہ نماز قائم کریں گے۔ زکوٰۃ دیں گے۔ نیکی کے احکام جاری کریں گے۔ اور برائیوں کو حکماً بند کردینگے) قرآن پاک کی ان آیات کی روشنی میں اگر کسی قوم کے اقتصادیات کا نظام بہتر ہو۔ عبادات کے ذریعہ اپنے مالک سے بہترین رابطہ قائم ہو۔ پھر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی وجہ سے اس کا اخلاقی معیار بلند ہو تو ناممکن ہے۔ کہ قوم اقوام و ملل کی امامت نہ کرے۔ یہ تو جو کچھ ہو رہا ہے۔ ہمارے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہے

دوسری بات

کہ اسلام پر خلافت راشدہ کے بعد کبھی عمل نہیں ہوا۔ یہ بہت بڑا جھوٹ اور مکروہ پروپگنڈا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ خلافت راشدہ کے بعد حصول اقتدار میں اہلیت اور عام انتخاب کی جگہ خاندان اور وراثت نے لے لی۔ اور یہ فطری بات ہے۔ بشری کمزوریاں انبیاء علیہم السلام کی صحبت کی برکت سے دب جاتی ہیں۔ زمانہ نبوت سے جتنے دور ہوتے جائیں۔ اخلاص میں کمی اور جاہ پسندی وغیرہ امراض کی ترقی ہوتی جاتی ہے۔ اسی لئے پہلے پیغمبر کے بعد پیغمبر کی ضرورت ہوتی تھی۔ اور ختم نبوت کے بعد علماء امت پر تبلیغ فرض فرمائی گئی۔ بلکہ ہر مسلمان کو کہا گیا کہ وہ دوسرے تک حق پہنچائے۔ اور برائی سے روکتا رہے۔ بہرحال اقتدار کو حاصل کرنے کے لئے تو اکثر اوقات غلطیاں کی گئیں۔ مگر اقتدار کے فرائض اور ملک کے قانون میں خلافت راشدہ کے بعد بھی صدیوں تک اسلام کے سوا اور تصور ہی نہیں رہا۔ بنو امیہ کے زمانہ تک خود خلفاء عالم دین ہوتے تھے وہ صحابۂ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے استفادہ کرتے رہے۔ ملک کے تمام امور کا انصرام اسلام کی روشنی میں ہوتا تھا۔ قرآن و حدیث یا ان سے استنباط کئے ہوئے طریقوں پر فتووں اور فیصلوں کا دارومدار تھا۔ ارباب اقتدار کے ذاتی جبر و اکراہ کے سوا عامۃ المسلمین کے لئے سوائے اسلام کے اور کوئی قانون نہ تھا۔ اور خود خلفاء و امرا بھی ارکان وشعائر اسلام کے پابند رہے عباسی دور خلافت میں فقہ و اجتہاد کا بڑا چرچا تھا۔ محدثین نے فن روایت کو عروج تک پہنچایا۔ اکثر ائمہ حدیث و فقہ اسی زمانہ میں ہوئے۔ اور حضرت قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسے حضرات عدالت و قضا پر فائز تھے۔ امراء و خلفاء سے یہ جلیل القدر ائمہ نفرت کرتے اور وہ ان کے پیچھے پھرتے اور ہر طرح ان کی تعظیم و تکریم کرتے

اسی کا اثر تھا۔ کہ بہت سے لوگوں نے اسی عزت و وقار کی خاطر علوم میں تبحر حاصل کیا اور جاہ و مناصب کے حصول کی کوشش کیں۔ جس کے نتیجہ میں علم کے وقار کو دھکا لگا۔ پھر بھی اس زمانہ میں ایسی پاک ہستیوں کی کمی نہ تھی۔ جن کے دلوں میں حق کے مقابلہ میں دنیا ومافیہا کی قیمت پر پشہ سے بھی کم تھی۔

بہرحال کہنا یہ تھا۔ کہ ان زمانوں میں بھی جب کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرما کر صدیاں گزر چکی تھیں۔ ملکی قانون اسلام تھا۔ اور اسی وجہ سے مسلمان تقریباً ایک ہزار سال تک آگے کو ہی آتے رہے۔ حتیٰ کہ سلطان محمود غزنوی نے جب ہندوستان کا رخ کیا تو ہمراہ قاضی مفتی اور محدث موجود تھے۔ بعد میں دور انحطاط آیا۔ مگر باوجود اس کے اس سارے زمانہ میں کہیں کہیں پھر اسلام پوری طرح ابھرا جیسے بنوامیہ کے زمانہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو خلفاء راشدین میں شمار ہوتے ہیں یا بعد کے مغلوں کے دور میں حضرت اورنگزیب غازی رحمۃ اللہ جن کے مقرر کردہ آئینی کمیشن میں پانصد علماء شریک تھے۔ اور جن کے مدون کردہ آئین عالمگیری پر تمام قلمرو میں عمل ہوا۔ بہرحال اسلاف میں عملی کمزوریاں بھی تھیں۔ مگر یہ کفر کہیں نہ تھا۔ کہ اسلام کے اصول کو ناقابل عمل سمجھا جائے۔ یا اس پر عمل کرنے کے طریقوں کو بدل دینے کی کوشش کی جائے۔ خاتم النبیین کی آیت کو مانتے ہوئے اس کے معنے اور بیان کئے جائیں بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ کو مانتے ہوئے حیات عیسیٰ علیہ السلام سے انکار کیا جائے۔ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ پر ایمان رکھنے کا اقرار کرتے ہوئے حضور کے ارشادات اور روایات کے خلاف لب کشائی کی جائے۔ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ کو مان کر آج ٹیکس کا نام زکوٰۃ رکھا جائے۔ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ کو قرآن کی آیت سمجھتے ہوئے اس کی تشریحات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بجائے مرکز ملت یا حکومت سے کرائی جائیں۔

برادران اسلام

خدا کے لئے سنبھلو۔ اور دین سے مذاق کرنا چھوڑ دو ورنہ دنیا کے لئے مذاق بن جاؤ گے۔ ہماری ترقی ہمارا عروج ہماری سرخروئی اور دونوں جہان کی فلاح صحیح ایمان و اسلام سے متعلق ہے۔ اگر اسلام ہے۔ تو مسلمان بھی ہیں۔ اگر اسلام نہیں تو کچھ بھی نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح مسلمان بننے اور اسلام کے زریں و بہترین اصول پر عمل کرنے اور کرانے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ وما علینا الا البلاغ۔

(بقیہ صفحہ ۶ سے آگے)

ایک خوف اور دوسرا محبت - یعنی اللہ (تعالیٰ) کا ڈر ہو۔ کہ اگر اس کے حکم کی تعمیل نہ ہوئی - تو وہ سزا دے گا۔ چنانچہ اکثریت ایسے ہی لوگوں کی ہے اور دوسری چیز اللہ تعالےٰ سے محبت ہے۔ کہ اگر حکم الٰہی کی تعمیل نہ کی - تو محبوب ناراض ہو جائے گا - اس قسم کے افراد بہت ہی قلیل ہیں۔

اللھم اجعلنا منھم

وفاق المدارس العربیہ پاکستان ملتان

کراچی - ۱۹ر جولائی ۱۹۶۱ء مولانا شمس الحق افغانی صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے زیر صدارت وفاق کی عاملہ کا اجلاس منعقد ہوا جس میں عاملہ کے ارکین کے علاوہ مولانا رشید احمد صاحب صدر مدرس دارالعلوم کراچی مولانا محمد لطف اللہ صاحب مدرس مدرسہ عربیہ نیوٹاؤن کراچی۔

حضرت مولانا مقبول احمد صاحب نائب مہتمم جامعہ رشیدیہ اور مولانا ہدایت اللہ صاحب مدرس مدرسہ مظہر العلوم محلہ کھڈہ کراچی نے شرکت فرمائی۔

مجلس عاملہ نے حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کے وفات حسرت آیات پر ایک تعزیتی قرار داد منظور کی۔

مجلس عاملہ نے ایک قرار داد کے ذریعہ گورنمنٹ کے "نصاب کمیشن" کو چند مشورے دئے

۱- درس نظامی کی رائج کتب علوم دینیہ یعنی تفسیر - حدیث - فقہ - اصول فقہ عقائد و کلام سے متعلق کوئی ایسی ترمیم وتنقیص نہ کی جائے - جس سے موجودہ دینی روح اور علمی معیار کا بقاء خطرہ میں پڑ جائے۔

۲- علوم دینیہ یعنی صرف - نحو - معانی - بیان عروض - ادب سے متعلق کے انتخاب کرنے کا فیصلہ ماہر و حاذق علماء حدیث کے مشورہ سے کیا جائے - جنہیں مدارس عربیہ میں ان علوم کے درس و تدریس کا طویل تجربہ ہو - نیز ان علوم سے متعلق کتب کی اتنی مقدار کا نصاب میں رکھنا ازبس ضروری ہو - جن کے پڑھنے سے عربیت میں کامل استعداد پیدا ہو۔

۳- علوم عقلیہ یعنی منطق - فلسفہ ہیئت وغیرہ کی کتب اتنی نصاب میں ضروری رکھی جائیں۔ جس سے طلباء کو فلسفہ قدیمہ کے ضروری مباحث و اصطلاحات سے واقفیت حاصل ہو جائے اور اسلاف کی کتابوں سے استفادہ حاصل کرسکیں

حضرت العلامہ مولانا شمس الحق افغانی حضرت مولانا محمد یوسف بنوری - حضرت مولانا مفتی محمود پر مشتمل ایک کمیٹی مقرر کی گئی جو گورنمنٹ کی نصاب کمیٹی سے گفتگو کرے۔

وفاق المدارس کی سند فراغت کی عبارت منظور کی گئی۔

جس کے اوپر صدر وفاق - ناظم وفاق کے علاوہ مدارس ملحقہ کے مہتمم اور شیخ الحدیث کے دستخط ہونے بھی ضروری ہیں۔

ایک قرارداد کے ذریعہ طے پایا کہ آئندہ امتحان دورہ حدیث میں دس کی بجائے چھ پرچے ہوں گے -

بخاری (۱) - مسلم (۲) - ترمذی (۳) - ابوداؤد (۴) - نسائی ابن ماجہ (۵) - طحاوی موطا (۶)

معیار کامیابی:- ایک پرچے کے سو نمبر اور مجموعہ نمبرات ۶۰۰ ہوگا۔

بخاری اور ترمذی میں کم از کم چالیس فیصدی نمبر حاصل کرنے ضروری ہیں۔

بخاری اور ترمذی میں کامیاب ہونے کی صورت میں اگر مجموعی نمبر بھی چالیس فیصد ہو تو وہ طالب علم کامیاب ہوگا - بخاری و ترمذی میں کسی ایک میں ناکام امیدوار ناکام تصور ہوگا۔ مجموعی نمبرات خواہ چالیس یا چالیس فیصدی سے زائد ہی کیوں نہ ہوں۔

کامیابی کے تین درجات -

اعلیٰ	اوسط	ادنیٰ
۸۰ فیصدی	۶۰ فیصدی	۴۰ فیصدی

بیرونی طلبا جو مدارس میں صرف دورہ حدیث کے لئے شریک ہوتے ہیں - وہ وفاق المدارس کے وسط امتحان میں شریک نہیں ہوتے انکو وفاق المدارس کی سند حاصل کرنے کے لئے دورہ حدیث کے علاوہ فنون کے تین پرچوں کا امتحان دینا ہوگا - اگر طالب علم دورہ حدیث میں پاس ہوگیا - اور علوم و فنون کے ان تین پرچوں میں ناکام رہا تو آئندہ سال وہ صرف فنون کا امتحان دے کر سند حاصل کرے گا - تین پرچے ذیل ہیں (۱) علوم دینیہ (تفسیر فقہ - اصول فقہ) (۲) علوم عربیہ (معانی - بیان - ادب - نظم و نثر) (۳) علوم عقلیہ (منطق فلسفہ کلام عقائد) (مولانا) مفتی محمود ناظم وفاق المدارس پاکستان ملتان۔

بچوں کا صفحہ

جھوٹ اور غیبت کی مذمّت

مولانا محمد شفیع۔ ایم۔ اے

قرآن کا ارشاد ہے کہ وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ۔ یعنی جھوٹ بولنے والوں کے لیے دوزخ ہے۔

جھوٹ بہت بُری عادت ہے آں حضورؐ نے ساری عمر میں کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اور صحابہؓ کرام کو بھی یہی درس دیا۔ اور انہوں نے اس پر عمل کر کے بھی دکھا دیا۔

آں حضورؐ کا فرمان ہے۔ اِنَّ الْکِذْبَ یَھْدِیْ اِلَی النَّارِ وَ اِنَّ الرَّجُلَ لَیَکْذِبُ حَتّٰی یُکْتَبَ عِنْدَ اللّٰہِ کَذَّابًا۔ یعنی بے شک جھوٹ سے انسان قسم قسم کی بُرائیاں کرنے لگتا ہے۔ اور برائیاں اُس کو دوزخ کی طرف لے جاتی ہیں۔ ایک شخص جھوٹ بولتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے اس فعل کی وجہ سے خدا کے نزدیک ہمیشہ کے لیے جھوٹا ثابت ہو جاتا ہے۔

ایک شخص آں حضورؐ کے پاس آیا ہے اور کہنے لگا کہ اے اللہ تعالیٰ کے رسول! مَیں مسلمان ہونا چاہتا ہوں۔ چنانچہ آپؐ نے اسے کلمہ شہادت پڑھایا پھر اُس نے کہا کہ مَیں ایک گناہ میں مبتلا ہوں اور وہ مجھ سے چھوٹ نہیں سکتا۔ میری عادت ہی کچھ ایسی ہے۔ آپؐ نے فرمایا اچھا تم مجھ سے عہد کرو کہ جھوٹ نہیں بولوگے۔ اُس شخص نے عہد کر لیا اور چلا گیا۔ اس نے دل میں سوچا کہ کتنی آسان شرط ہے۔ وہ کتنے اچھے نبی ہیں۔ چنانچہ جب رات کو چوری کرنے نکلا تو راستے میں سوچنے لگا کہ اگر میں پکڑا گیا اور مجھے آں حضورؐ کے سامنے پیش کیا گیا تو یا تو میں اقرار کر لوں گا۔ کیونکہ میں نے عہد کر لیا ہے کہ کبھی جھوٹ نہ بولوں گا۔ تو سزا ملے گی۔ اور اگر میں نے جھوٹ بولا تو عہد کی خلاف ورزی ہوگی۔ تو وہ چوری سے باز رہا۔ جب کبھی وہ کوئی گناہ کا کام کرنے کے لیے آمادہ ہوتا تھا۔ یہی خیال کر لیتا تھا کہ اگر حضورؐ نے اس کے متعلق باز پُرس کی تو کیا جواب دوں گا۔ اس طرح سے اُس کی اصلاح ہو گئی اور وہ نیک بن گیا۔

پیارے بچو! دیکھا جھوٹ کتنی بُری چیز ہے اور اس کے چھوڑ دینے سے کتنی خوبیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

غیبت اور چغلی کی قرآن کریم میں بہت مذمّت آئی ہے۔ اور خود آں حضورؐ نے بھی اس کی مذمّت فرمائی ہے۔ چنانچہ قرآن میں ارشاد ہے۔ وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا ط اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْہِ مَیْتًا فَکَرِھْتُمُوْہُ۔

ترجمہ: مسلمانو! ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔ کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے۔ یقیناً یہ تمہیں بہت ناگوار ہوگا۔

غیبت بہت بُری عادت ہے اِس سے اکثر بڑے بڑے فتنے پیدا ہو جاتے ہیں۔ غیبت کرنے والا کبھی بھی قابلِ عزت نہیں ہوتا۔ وہ ہمیشہ نفرت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔

حضرت خدیجہؓ فرماتی ہیں کہ آں حضرتؐ نے فرمایا ہے کہ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ قَتَّاتٌ۔ یعنی جنت میں غیبت کرنے والے کو داخل نہیں کیا جائے گا۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرتؐ کا گزر دو قبروں کے پاس سے ہوا۔ آپؐ نے فرمایا۔ دونوں عذاب میں مبتلا ہیں۔ اور یہ عذاب کسی بڑی وجہ سے نہیں ہے۔ بلکہ معمولی باتوں سے ہے۔ جن کی انہوں نے کوئی پروا نہ کی۔ ایک شخص پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچتا تھا۔ اور دوسرا لوگوں کی غیبت کرتا تھا۔

پیارے بچو! غیبت کرنا بہت بُرا کام ہے اس لیے تمہیں چاہیے کہ کبھی کسی کی غیبت نہ کرو۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

ایڈیٹر عبیداللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ڈویژن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ڈویژن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۷۳۰-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء

(فیروز سنز لمیٹڈ پریس لاہور میں باہتمام مولوی عبیداللہ پرنٹر پبلشر چھپا اور خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور سے شائع ہوا)